اَوْلٰی مِن تَرکِہٖ ۔

(فتاویٰ قاضی خان جلد اوّل

ص ۳۵ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

گردن کا مسح کرنا نہ تو سنت نہ ہی آداب وضو میں سے ہے۔ بنت یہ سے ہے بعض علماء نے کہ یہ سنت ہے۔ جب اس کے متعلق مختلف اقوال نظر آتے ہیں۔ تو پھر اس کو کر لینا نہ کرنے سے بہتر ہے۔

فتاویٰ قاضی خان کی مکمل عبارت پڑھنے سے معلوم ہوا کہ گردن کے مسح سے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ نہ تو سنت ہے۔ اور نہ ہی آدابِ وضو میں شامل ہے۔ دوسرے قول کے مطابق یہ سنتِ وضو میں سے ہے۔ ان اختلافی اقوال کے پیشِ نظر صاحبِ فتاویٰ نے یہ تجویز کیا کہ گردن کا مسح کر لینا بہتر ہے مسئلہ تو یہ تھا۔ لیکن نجفی شیعی نے اِسے کیسا رنگ چڑھا دیا۔ اِسے بدعت قرار دیا۔ اور پھر عوام کو پھنسانے کا مذاق کیا۔ دراصل فریب اور دھوکہ نجفی کی فطرتِ ثانیہ بن چکے ہیں۔ ان کے ہاتھوں وہ بے بس ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۱۱

حقیقت فقہ حنفیہ:

"سُنّی فقہ میں استنجا کی شان"

رحمۃ الامۃ:

قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ فَاِنْ صَلّٰی وَلَمْ یَسْتَنْجِ صَحَّتْ صَلٰوتُهٗ۔

(رحمۃ الامۃ ص ۵ الفصل فی الاستنجاء)

ترجمہ:

ابو حنیفہ کہتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص استنجاء نہ کرے۔ یعنی مقام پاخانہ کو پانی سے نہ دھوئے اور نماز پڑھے۔ تو اس کی نماز صحیح ہے۔

نوٹ:

سنیوں کو موسم سرما میں بڑے مزے ہیں۔ نازک جگر پر کون ٹھنڈا پانی ڈالے بغیر گانڈ دھوئے نماز پڑھیں۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۵)

marfat.com

جواب:

استنجاء کی تفصیل فقہ شیعہ اور فقہ حنفی میں کچھ اس طرح ہے۔ بول و براز سے فراغت کے بعد اگر کوئی شخص صرف ڈھیلے استعمال کرتا ہے۔ اور نجاست دور کر لیتا ہے۔ تو یہ طریقہ بھی درست ہے۔ اس کے بعد پانی سے استنجاء کرنا صرف بہتر ہے۔ ضروری نہیں اور اگر ڈھیلے استعمال کرنے کی بجائے ابتداء ہی پانی سے صفائی کرتا ہے۔ تو بھی درست ہے مقصد یہ ہے۔ کہ نجاست دور ہونی چاہیے صرف ڈھیلے استعمال کرنے سے یا پہلے ڈھیلے اور پھر پانی استعمال کرنے سے یا صرف پانی ہی کے استعمال کرنے سے۔ ان تین صورتوں میں ڈھیلوں اور پانی دونوں کا استعمال بہتر اور افضل ہے کتب شیعہ سے اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

وَاِذَا اَرَادَ الْاِسْتِنْجَاءَ مِنْ مَخْرَجِ النَّجْوِ كَانَ مُخَيَّرًا بَيْنَ الْاِسْتِنْجَاءِ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ وَاِنْ اَلْقَاهُ بِالْمَاءِ وَالْجَمْعِ بَيْنَهُمَا اَفْضَلُ يَبْدَاُ بِالْحِجَارَةِ ثُمَّ يَغْسِلُ بِالْمَاءِ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَى الْمَاءِ اَفْضَلُ مِنْهُ عَلَى الْاَحْجَارِ

(المبسوط جلد اول ص ۱۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب کوئی شخص بول و براز کے بعد استنجاء کرنا چاہے۔ تو اسے اختیار

marfat.com

ہے۔ کہ تین طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ اپنائے۔ پہلا یہ کہ تین پتھر استعمال کر کے صفائی کرے۔ دوسرا یہ کہ صرف پانی کو استعمال میں لائے تیسرا یہ کہ دونوں کو کام میں لائے۔ اور یہ تیسرا طریقہ پہلے دونوں طریقوں سے افضل ہے۔ دونوں کو اکٹھا کر کے استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ پہلے پتھر استعمال کرے۔ پھر پانی سے دھو ڈالے۔ اور صرف پانی سے دھونا صرف پتھر استعمال کرنے سے افضل ہے۔

لمحہ فکریہ:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ سے مسئلہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فقہ کا مسئلہ دونوں ایک سے ہیں۔ کیونکہ شیعہ فقہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

نوٹ: کے ضمن میں جو نجفی نے بکواسات کیں۔ وہی بعینہٖ ان کے مسلک پر ہو سکتی ہیں نجفی شیعی کو اپنے ساتھیوں کو بھی یہی مشورہ دینا چاہیے۔ کہ گروہِ شیعیان علی! تم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا شکریہ بجا لاؤ۔ جنہوں نے تمہیں سردیوں میں نرم و نازک ..... گانڈ بغیر دھوئے نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ اور نجفی ملا کو بھی دعائیں دو کہ جس نے ہم اہل سنت پر کیچڑ اچھال کر انہیں مجبور کیا تو بھی تمہاری گانڈ کی کچھ خبر لیں

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۱۲

استنجاء کے بعد استبراء کا عجیب طریقہ

سُنی فقہ میں ہے۔ (یَجِبُ الْاِسْتِبْرَاءُ بِالْمَشْيِ اَلتَّنَحْنُحِ وَقِیْلَ یَکْتَفِیْ بِمَسْحِ الذَّکَرِ وَاجْتِذَابِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(فتاوٰی عبدالحی ص ۲۰۸ باب الاستنجاء

نیز غنیۃ الطالبین)

ترجمہ:

پیشاب کے بعد استبراء کرنا واجب ہے۔ اور وہ چند قدم چلنے سے یا کھانسنے سے یا آلہ تناسل نچوڑنے سے ہو۔ اور تین مرتبہ پھر آلہ تناسل کو کھینچے۔

نوٹ:

اگر حنفی احباب استبراء کے لیے آلہ تناسل کو ہر روز کھینچتے رہے۔ تو پھر کسی کے استعمال طلاء کی ضرورت نہیں ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے آلہ تناسل آخر عمر تک گھوڑے کے آلہ تناسل کے برابر ہو جائے گا۔

(حقیقت فقہ جعفریہ ص ۸۶)

marfat.com

جواب:

پیشاب کے بعد استبراء کے مختلف طریقوں کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔ اور اس ضمن میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر دشنام طرازی کی گئی۔ قطع نظر اس کے کہ اس کا جواب ہوگا یا نہ ہوگا۔ اس قسم کی ہرزہ سرائی بہر حال درست نہیں۔ جہاں تک استبراء کا مسئلہ ہے۔ تو اس کی مختلف صورتیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔ بلکہ ان میں زیادہ کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَمَنْ اَرَادَ الْاِسْتِنْجَاءَ فَلْيَمْسَحْ بِاِصْبَعِهٖ مِنْ عِنْدِ الْمَقْعَدَةِ اِلَى الْاُنْثَيَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَنْتُرُ ذَكَرَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ فروع کافی جلد سوم ص ۱۹ کتاب الطہارت الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جو شخص استنجا کرنے کا ارادہ کرے۔ اُسے چاہیئے کہ تین دفعہ اس طرح کرے۔ کہ اپنی انگلی سے گانڈ کی طرف ذکر کو پکڑ کر خصتیین پر سے کھینچے

اس روایت میں "ونتر" کا لفظ استعمال ہوا۔ اس کا معنی فروع کافی کے حاشیہ پر یوں مذکور ہے۔

اَلنَّتْرُ جَذْبُ الشَّیْءِ بِشِدَّةٍ وَمِنْهُ یَنْتُرُ الذَّکَرَ

marfat.com

فی الاستبراء۔

یعنی کسی چیز کو پوری طاقت سے کھینچنا "نتر" کہلاتا ہے۔ اور اسی سے استبراء میں "ینتر الذکر" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی آلہ تناسل کو زور سے کھینچنا۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! شیعہ فقہ کی کتاب سے باحوالہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ استبراء کا طریقہ جو احناف کے ہاں تحریر ہے۔ وہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کی فقہ میں موجود ہے۔ احناف نے تو یہ کہا ہے۔ کہ آلۂ تناسل کو نچوڑ کر قطرات دھو لیے جائیں۔ لیکن شیعہ فقہ نے یہ طریقہ بتلایا ہے۔ کہ آلۂ تناسل کو خصیتین کی طرف سے انگلی سے پکڑا جائے۔ اور پوری طاقت سے انگلی کو آلۂ تناسل کے سرے تک کھینچا جائے۔ اور یہ عمل تین دفعہ کیا جائے۔

جیسا کہ خود شیعہ لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ ان کی فقہ کا ہر مسئلہ کسی نہ کسی امام سے ثابت اور منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے یہ طریقہ اس لیے ایجاد کیا ہوگا۔ (بقول نجفی) کہ طلاء کی ضرورت نہ پڑے۔ اور آلۂ تناسل میں لمبائی بھی آجائے۔ (معاذ اللہ) نجفی شیعی کی اس یاوہ گوئی نے کیا رنگ دکھلایا۔ حضرات ائمہ اہل بیت بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے۔ رہا نجفی کا یہ کہنا۔ کہ حنفی اگر ساری عمر ایسا کرتے رہے۔ تو آلۂ تناسل گھوڑے کی طرح لمبا ہو جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجفی کو اپنے بڑوں کے استبراء کرنے سے بخوبی اس امر کا مشاہدہ ہے۔ کہ آلۂ تناسل بڑا ہو جاتا ہے لمبائی پر گھوڑے سے تشبیہ نے بھی کیا گل کھلایا۔ گھوڑے کا آلۂ تناسل تو نجفی وغیرہ

marfat.com

کا پسندیدہ منظر ہے۔ آخر ذوالجناح جو بنتا ہے اور بوقت جلوس اس کو لانے
چڑھا کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ تاکہ ان کی دوشیزائیں جب اس کے نیچے سے گزر کر
"جنت" میں جانے کے لیے رختِ سفر باندھیں۔ تو کہیں یہ رکاوٹ نہ بن جائے
اور اُسے کھلا دیکھ کر اپنے خاوندوں سے منہ نہ موڑ لیں اور "دریا باہی" کی نہ ہو جائیں۔
لیکن مردوں کے لیے یہ پابندی اور پردہ کیسا؟ بہر حال اس قسم کے غلیظ خیالات یا
تو ہیجڑوں کو آتے ہیں۔ یا قوم لوط کے پسندیدہ افراد کو۔ ہم یہ فیصلہ کرنے کے حق میں
نہیں۔ کہ کوئی شیعی ان دونوں میں سے کس گروہ کا فرد ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۱۳

حقیقت فقہ حنفیہ

”سنی فقہ میں غسل کی شان“

ابو سلمہ اور عائشہ کا بھائی کہتا ہے۔ کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بھائی نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کس طرح کرتے تھے۔

بخاری شریف:

فَدَعَتْ بِاِنَاءٍ نَحْوًا مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَاَفَاضَتْ عَلٰى رَأْسِهَا۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۵۶)

ترجمہ:

پس بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع تقریباً تین سیر کی مقدار پانی منگوایا۔ اور سر پر بہایا۔ اور غسل کر کے دکھایا۔

نوٹ: مذکورہ واقعہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی عائشہ رض

marfat.com

کی سخت ترین ثابت ہوتی ہے۔ اور ابوسلمٰی راوی کی اور امام بخاری کی بے شرمی کا ثبوت بھی اس سے ملتا ہے۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غسل جنابت سیکھنے کے لیے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کوئی استانی نہیں ملتی تھی۔ فقہ حنفیہ تیرے صدقے جاؤں عورتیں غیر مردوں کو غسل جنابت سکھائیں۔ یہ سنت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔ اور فقہ حنفیہ کا مایہ ناز مسئلہ ہے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۶)

جواب:

بخاری شریف کی مذکورہ روایت میں جس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ پھر اعتراض کی حقیقت آپ سمجھ جائیں گے۔ اس واقعہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہونے والے دو اشخاص کون تھے؟ ان میں سے ایک ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو رشتہ میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ دوسرے حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی ہیں۔ یہ دونوں آپ کے محرم ہیں۔ لہٰذا ان کو عام صحابی کے درجہ میں رکھنا بے وقوفی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا کہ "عورتیں غیر مردوں کو غسل جنابت سکھائیں" نجفی کی بکواس ہے۔

اس واقعہ میں نجفی شیعی نے خبث باطنی کے پیش نظر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو برہنہ حالت میں غسل کر کے دکھایا... حالانکہ حقیقت یہ نہیں۔ بلکہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع پانی منگوایا۔ اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر غسل فرمایا۔ اور اپنا سر مبارک دھوتے ہوئے انہیں اس کی کیفیت سکھائی اور از روئے شرع محرم مردوں سے ہاتھ پاؤں اور سر کا ڈھانپنا فرض نہیں ہوتا۔ ہاں جن اعضاء کا ستر فرض ہوتا ہے۔ ان کو اگر دکھایا جاتا۔ تو قابل اعتراض بات ہوتی۔

marfat.com

وَ أَنَا أَنْضَحَ عَلَى رَأْسِهَا ۔ کے الفاظ اسی امر کی نشاندہی کر رہے ہیں ۔ صرف سر دھوتے دکھانا کجا برہنہ ہو کر غسل کرتے دکھایا گیا۔

علاوہ ازیں از روئے عقل بھی یہ بات غلط ہے ۔ کہ ایک بھانجا اور دوسرا رضائی بھائی اور پھر دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی یہ جرأت کریں ۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں اُن کے گھر جائیں ۔ اور آپ کی زوجہ مقدسہ کو یہ عرض کریں ۔ کہ آپ ہمیں برہنہ ہو کر ایک ۔ صاع سے غسل کر کے دکھائیں اور پھر ان کی اس نا ممکن جرأت پر مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا اُن کی فرمائش اُن کی خواہشات کے مطابق پوری کر دکھلائیں لہٰذا وہ مقصد اور مطلب ۔ جو نجفی شیعی نکالنا چاہتا ہے ۔ وہ کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے اس کا یہ لکھنا کہ "مذکورہ واقعہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخت توہین ثابت ہوتی ہے" خود اس پر فٹ آتا ہے ۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ تاثر دینا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے متعلق بد تہذیب الفاظ ذکر کرنا ان کی توہین نہیں تو اور کیا ہے ۔ اور پھر اس طرح یہ ابو بکر صدیق اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بن گئی ۔ دونوں صحابی (جو محرم تھے) ایک مسئلہ سیکھنے کے لیے حاضر ہوئے ۔ اور مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے باوجود غسل کی ضرورت نہ ہونے کے بھی ایک صاع پانی سے غسل کر کے دکھایا ۔ اس سے تو مائی صاحبہ کی تبلیغی خدمات اور تعلیمی ہمدردی نظر آتی ہے ۔ گویا اس طرح اس روایت میں مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی شان بیان ہو رہی ہے ۔ لیکن نجفی نے اسے مذاق و تمسخر کا رنگ ۔ دیا ۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو "استانی" کا نام دے دیا ۔ ے دے کے جو معاملہ اس واقعہ میں نظر آتا ہے ۔ وہ یہی ہے کہ مائی صاحبہ نے سر دھو کر دکھلایا ۔ اور اس کا جواب ہم لکھ چکے ہیں ۔

اب ذرا فقہ جعفریہ کا ایک نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں ۔ اور پھر دونوں واقعات

marfat.com

کا باہم مقابلہ کریں واقعہ یہ ہے:

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَ كَانَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَطْلِي فِي الْحَمَّامِ
فَإِذَا بَلَغَ مَوْضِعَ الْعَوْرَةِ قَالَ لِلَّذِي يُطْلِي نَحِّ ثُمَّ
يَطْلِي هُوَ ذَالِكَ الْمَوْضِعَ وَمَنْ اطَّلَعَ فَلَا بَأْسَ
أَنْ يُلْقِيَ السِّتْرَ عَنْهُ لِأَنَّ النُّوْرَةَ سِتْرٌ وَ دَخَلَ
صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمَّامَ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُ
الْحَمَّامِ نُخْلِيهِ لَكَ فَقَالَ لَا إِنَّ الْمُؤْمِنَ خَفِيفُ
الْمَؤُونَةِ وَرُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ الْمُرَافِقِيِّ قَالَ
دَخَلْتُ حَمَّامًا بِالْمَدِيْنَةِ فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ
وَهُوَ قَيِّمُ الْحَمَّامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخُ الْحَمَّامِ
هٰذَا الْحَمَّامُ فَقَالَ لِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ ابْنِ
عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ كَانَ يَدْخُلُهُ قَالَ
كَانَ يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيَطْلِي عَانَتَهُ وَمَا
يَلِيهَا ثُمَّ يَلُفُّ إِزَارَهُ عَلَى أَطْرَافِ إِحْلِيلِهِ وَيَدْ
عُونِي فَأَطْلِي سَائِرَ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَوْمًا
مِنَ الْأَيَّامِ الَّذِي تَكْرَهُ أَنْ أَرَاهُ قَدْ رَأَيْتُهُ فَقَالَ
كَلَّا إِنَّ النُّوْرَةَ سُتْرَةٌ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۳۲ مطبوعہ لکھنؤ قدیم)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۶۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں طِلا لگاتے تھے۔ جب شرمگاہ تک پہنچتے۔ تو طلا کرنے والے کو کہتے۔ یہی طلاء کرنے کی جگہ ہے اور جو اس تک پہنچ پائے۔ اُسے کوئی گناہ نہیں کہ پردہ اتار پھینکے کیونکہ چونا خود پردہ بن جاتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حمام میں گئے۔ آپ کو دیکھ کر حمام کے مالک نے کہا۔ اگر آپ فرمائیں۔ تو آپکے سوا تمام لوگوں سے حمام خالی کر دیں۔ فرمایا کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مومن کو زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ عبید اللہ مرافقی سے روایت ہے۔ کہ میں ایک دفعہ مدینہ کے ایک حمام میں گیا۔ وہاں مجھے ایک عمر رسیدہ شخص نظر آیا۔ اور وہ اتفاق سے اُس حمام کا منیجر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ یہ حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا۔ ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا وہ خود اس میں تشریف لاتے ہیں۔ کہا۔ ہاں۔ پوچھا۔ وہ یہاں کس طرح طلاء وغیرہ کرتے ہیں۔ کہنے لگا وہ آتے ہی اپنی شرمگاہ کا طلاء لگاتے ہیں۔ اور شرمگاہ کے متصل حصہ پر بھی پھر تہبند اپنے آلۂ تناسل کے ارد گرد لپیٹ کر مجھے بلاتے ہیں۔ میں حاضر ہو کر اُن کے تمام جسم پر طلاء لگاتا ہوں۔ میں نے ایک دن اُن سے عرض کیا۔ کہ یا حضرت! اس جگہ کو کہ جس کا دیکھنا کسی دوسرے کے لیے آپ بُرا سمجھتے ہیں۔ میں اُسے بوقت طلاء دیکھتا ہوں۔ فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس پر لگا ہوا چونا اس کا ستر ہے

لمحہ فکریہ:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ننگے سر کو دہ محارم کے سامنے

marfat.com

دھونے کی صورت میں نجٰی کو توہین نظر آئی۔ اور رائی صاحبہ کا خیر خواہ بن کر یہ فریبی اہلِ سنیوں پر اعتراض کرنے بیٹھ گیا۔ ذرا اس واقعہ کو بھی ملاحظہ کیا ہوتا۔ حضرات ائمہ اہل بیت کو تم نے کس طرح کھلونا بنایا۔ انہیں حمام میں ننگا کر دیا۔ اور اجنبی لوگوں کے سامنے اجنبی سے آلۂ تناسل اور اس کے ارد گرد طلاء لگوائی۔ طلاء لگانے والا یہ جانتا ہے۔ کہ جسم کا یہ حصّہ کسی کو نہیں دکھانا چاہیئے۔ لیکن شیعوں نے امام کی طرف یہ قول منسوب کر دیا۔ کہ کوئی حرج نہیں۔ چونا اور طلاء ہی اس کا پردہ بن جاتے ہیں۔ بے چارہ چونا لگانے والا کہتا رہا۔ حضور! مجھے آپ کا وہ...... نظر آ رہا ہے۔ اس پر ہاتھ بھی لگ جاتا ہے۔ لیکن امام نے فرمایا۔ پرواہ نہ کرو۔ تم دیکھتے بھی رہو۔ اور کام بھی کرتے جاؤ۔ گناہ ہوا تو میرا ذمہ ہے۔ کیوں صاحب! امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی محبت کا یہی صِلہ تھا۔ ان سے پیار کا یہی تقاضا تھا؟

مزید یہ کہ اہلِ تشیع مرد و عورت کی صرف اگلی شرمگاہ کو قابلِ ستر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے حصّے پردہ میں شامل نہیں۔ اور اس ایک عضو پر بھی اگر کوئی ہاتھ رکھ لے تو پردہ ہو جاتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الْمَاضِی الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَۃُ عَوْرَتَانِ الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ فَاَمَّا الدُّبُرُ مَسْتُوْرٌ بِالْاَلْیَتَیْنِ فَاِذَا سَتَرْتَ الْقَضِیْبَ وَالْبَیْضَتَیْنِ فَقَدْ سَتَرْتَ الْعَوْرَۃَ وَقَالَ فِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی وَاَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْہُ الْاَلْیَتَانِ وَاَمَّا الْقُبُلُ فَاسْتُرْہُ بِیَدِکَ۔

(فروع کافی جلد ۲ ص ۵۰۱ طبع تہران جدید) (وسائل الشیعہ جلد اوّل ص ۳۶۵ طبع جدید تہران)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قابل ستر دو چیزیں ہیں مرد عورت کا اگلا حصہ اور پچھلا حصہ۔ بہر حال دُبر تو دونوں چوتڑوں میں چھپی ہوتی ہے۔ (لہٰذا اس کا پردہ قدرتاً ہو گیا) سو جب تو نے آلۂ تناسل اور دونوں گولیوں کا پردہ کر لیا۔ تو تیری شرم گاہ کا پردہ ہو گیا۔ ایک اور روایت میں فرمایا کہ دُبر کو تو دونوں چوتڑ ڈھانپ لیتے ہیں۔ (اس لیے اس کے پردے کا انتظام موجود ہی ہے۔) اور آلۂ تناسل پر اگر تو نے ہاتھ رکھ دیا۔ تو اس کا بھی پردہ ہو گیا

مؤمنین! آپ کے امام نے مزے بنا دیئے۔ دو چیزیں پردہ کرنے کی قابل تھیں ایک کا از خود انتظام کر دیا گیا۔ اور دوسری پر ہاتھ رکھ لو۔ تو مسئلہ حل ہو گیا۔ ایک امام نے ہاتھ رکھوا کر بے شرمی سے بچا لیا۔ اور دوسرے نے اُوپر چُونا لگوا کر حیادار بنا دیا۔ فقہ جعفریہ کا امتیازی پردہ مبارک ہو۔ مجلسِ تعزیہ، جلوس دسویں محرم الحرام اور خرید و فروخت کے لیے بازاروں میں واجبی پردہ کر کے آنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ آخر تمہاری فقہ اور تمہارے ائمہ کے اقوال پر تم عمل نہ کرو گے۔ تو اور کون عمل کرے گا۔ اور اگر تم سٹ پٹاؤ۔ کہ دوسروں کو دکھانے کے لیے یہ مسئلہ نہیں ہے۔ یا دوسرے نہ دیکھیں۔ تو اس کی دلیل پیش کرو۔ کیونکہ پردہ تو غیروں سے ہوتا ہے۔ اپنے اور اپنوں سے نہیں۔ اپنوں سے پردہ کی کیا حد ہے؟ ملاحظہ ہو۔

توضیح المسائل:

مرد و زن کہ بایک دیگر محرم اند اگر قصد لذت نداشتہ باشند می توانند غیر از عورت بتمام بدن یک دیگر نگاہ کنند۔

(توضیح المسائل مسئلہ نمبر ۲۴۴۲ ص ۲۶۶)

۱

ترجمہ:

ایسے مرد و عورت جو کہ ایک دوسرے کے محرم ہوں۔ اگر لذت کا قصد نہ رکھتے ہوں۔ تو شرمگاہ کے سوا تمام جسم ایک دوسرے کا دیکھ سکتے ہیں۔

اگر تمہاری فقہ پر جائیں۔ تو سرے سے اُمّی صاحبہ رضی اللہ عنہا پر کوئی اعتراض آتا ہی نہیں۔ کیونکہ وہ دونوں صحابی آپ کے محرم تھے۔ لیکن ہم اس بے شرمی کے قائل نہیں اس لیے اُمّی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی ذات اُن تمام خدشات سے پاک ہے۔ جو نجفی کو روایتِ مذکورہ میں نظر آئے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

marfat.com

اعتراض نمبر ۱۴

انزال کے بغیر غسل واجب نہیں

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ قَالَ دَاؤدُ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ بِهِ بِأَنَّ الْغُسْلَ لَا يَجِبُ إِلَّا بِالْاِنْزَالِ۔

(میزان الکبریٰ باب الغسل ص ۱۳۰)

ترجمہ:

ملاں داؤد اور صحابہ کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے۔ کہ غسل جنابت منی نکلنے کے بغیر واجب نہیں ہے۔

نوٹ:

سنی لوگوں کے بڑے مزے ہیں۔ بے شک ہم بستری کرتے رہیں۔ اگر منی خارج نہ ہو۔ تو صبح بغیر غسل کے نماز پڑھیں۔ اور صحابہ کرام کو اپنی نیک دعاؤں کے ساتھ یاد کریں۔ مذکورہ فتویٰ شرع پاک کے خلاف ہے۔ کیونکہ دخول یا انزال ان دونوں صورتوں میں غسل جنابت واجب ہے۔

میزان الکبریٰ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ لَا يَجِبُ الْغُسْلُ فِيْ وَطْىِ الْبَهِيْمَةِ إِلَّا بِالْاِنْزَالِ۔

(میزان الکبریٰ باب الغسل ص ۱۳۰

marfat.com

ترجمہ:

ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص چوپائے سے بدفعلی کرے۔ تو اس پر غسل بغیر انزال کے واجب نہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۶، ۸۷)

جواب:

ہم اس سے قبل کہہ چکے ہیں۔ کہ "فقہ حنفی" پر اعتراض کا جواب دینا ہم اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ یہ اعتراض حنفی فقہ پر نہیں۔ کیونکہ "میزان الکبری" شافعی مذہب کی ہے لیکن سنی ہونے کی وجہ سے ہم اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ سو عرض ہے۔ کہ مسئلہ مذکورہ کے درج کرنے میں نجفی نے دیو بند دیانتی کا ارتکاب کیا ہے میزان الکبری کی اگر مکمل عبارت درج ہو جاتی۔ تو بات واضح ہو جاتی۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

میزان الکبری:

وَاَمَّا مَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَمِنْ ذَالِكَ اِتِّفَاقُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ عَلٰى وُجُوْبِ الْغُسْلِ مِنْ اِلْتِقَاءِ الْخِتَانَيْنِ وَاِنْ لَمْ يَحْصُلْ اِنْزَالٌ مَعَ قَوْلِ دَاوٗدَ وَجَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ بِاَنَّ الْغُسْلَ لَا يَجِبُ اِلَّا بِالْاِنْزَالِ اِنْ لَمْ يَثْبُتْ نَسْخُ ذَالِكَ۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص۱۲۰

باب الغسل۔ مطبوعہ

marfat.com

ترجمہ:

البتہ جو انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ پس اسی سے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ کہ اس شخص پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ جو التقائے ختانین کا مرتکب ہو۔ اگرچہ اس صورت میں انزال نہ بھی ہو۔ داؤد اور بعض صحابہ کرام کا قول ہے۔ کہ اس صورت میں بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اگر اس کا نسخ ثابت نہ ہو۔

توضیح:

حضرات ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ مرد و زن کی شرمگاہ کا بلا پردہ ملاپ ہو جائے۔ اور حشفہ بھی غائب ہو جائے۔ تو دونوں پر غسل واجب ہوتا ہے۔ اس اجتماعی قول کے خلاف داؤد اور بعض صحابہ کرام کا قول ہے۔ جو اس کیفیت کے ساتھ انزال کی بھی شرط لگاتے ہیں۔ لیکن یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے منسوخ ہے۔ جس میں آپ نے التقائے ختانین سے غسل کے وجوب کا ارشاد فرمایا ہے۔ ہاں اگر منسوخ نہ ہوتا۔ تو ان دونوں (داؤد اور ایک جماعت صحابہ) پر اعتراض تھا۔ لیکن نجفی نے تو یہ اعتراض سنی فقہ پر کیا۔ اور اس کے ضمن میں حنفی فقہ پر الزام دے مارا۔ میزان الکبریٰ کی پوری عبارت سے بات واضح ہو گئی۔ کہ جن کا قول نجفی نے ذکر کیا۔ وہ منسوخ ہے۔ ایسے قول سے اعتراض کرنا کب عقلمندی ہے عبارت میں خیانت روا رکھنے کے علاوہ نجفی شیعی نے حضرات صحابہ کرام اور اہل سنت کا مذاق اڑایا۔ اس منسوخ قول پر یہ مذاق اور اپنے ہاں اس سے بڑھ کر مذموم مسئلہ پر خاموشی آخر کیوں؟

المبسوط:

فَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ ذَكَرَهٗ فِيْ دُبُرِ الْمَرْاَةِ اَوِ الْغُلَامِ

marfat.com

فَلِاَصْحَابِنَا فِيْهِ رِوَايَتَانِ اِحْدَاهُمَا يَجِبُ الْغُسْلُ عَلَيْهِمَا وَالثَّانِيَةُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِمَا فَاِنْ اَنْزَلَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ لِمَكَانِ الْاِنْزَالِ فَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ ذَكَرَهُ فِيْ فَرْجِ بَهِيْمَةٍ اَوْ حَيَوَانٍ اٰخَرَ فَلَا نَصَّ فِيْهِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ الْمَذْهَبُ اَلَّا يَتَعَلَّقَ بِهٖ غُسْلٌ لِعَدَمِ الدَّلِيْلِ الشَّرْعِيِّ عَلَيْهِ

(المبسوط فی فقہ الامامیۃ تصنیف ابوجعفر طوسی شیعی جلد اول ص ۲۷، ۲۸ کتاب الطہارت مطبوعہ تھران طبع جدید)

ترجمہ:

"البتہ اگر کوئی (شیعہ) اپنا آلۂ تناسل عورت کی گانڈ میں داخل کرتا ہے یا کسی لونڈے کے ساتھ دخول کرتا ہے۔ تو۔ ہمارے اصحاب کے اس بارے میں دو فتوے ہیں۔ ایک یہ کہ ان دونوں پر غسل واجب ہے۔ اور دوسرا یہ کہ کسی پر بھی غسل واجب نہیں ہوا اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو انزال ہو گیا۔ تو اس پر اس لیے غسل کرنا واجب ہے کیونکہ انزال ہو گیا۔ البتہ اگر کسی (شیعہ) نے کسی چارپایہ دوسرے حیوان کی گانڈ میں آلۂ تناسل داخل کر دیا۔ تو اس بارے میں ہمارے اصحاب سے کوئی تصریح نہیں۔ اس لیے اس بارے میں شیعہ مذہب یہی ہونا چاہیے۔ کہ اس طرح کرنے سے غسل ہرگز واجب

marfat.com

نہیں۔ جو کہ منسوخ قول ہے۔ اور دوسرا قول ۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا تھا۔ کہ چوپایہ کے ساتھ وطی کرنے کے بعد جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا۔ کیونکہ شیعی کو دونوں مسئلے بڑے لگے۔ اور سنی فقہ پر اعتراض کر دیا۔ لیکن اس کے اپنے گھر کا حال جو ہم نے پیش کر دیا ہے۔ اس کی خبر نہ لی۔ وہاں انزال کے بغیر غسل کرنا لازم نہ تھا۔ یہاں انزال کے بعد بھی غسل کرنا واجب نہیں۔ مزے یہاں ہیں یا وہاں۔ اور پھر منڈے بازی اور عورت سے واطت تو شیعہ فقہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ کیونکہ یہ ان کو وراثت میں ملا ہے۔ المبسوط کے مذکورہ حوالہ میں ایک انوکھی بات آپ کو دکھائیں تو آپ اس کے مصنف کو داد دیں گے۔ "یہ کہ کوئی انسان عورت کی دُبر یا لونڈے کی دُبر میں آلۂ تناسل داخل کرے۔ پھر دونوں میں سے کسی کو انزال ہو جائے۔" "دونوں میں سے کسی ایک کو انزال" کیا خوب سوچا کیا عورت اور لونڈے کو بھی انزال ہونے کا احتمال ہے۔ حالانکہ دخول ان کی دُبر میں کیا جا رہا ہے۔ "دُبر سے انزال" شیعہ فقہ کی انوکھی پیش کش ہے۔

بہر حال شیعوں کے وارے نیارے۔ اپنی بیوی اگر اُدھر سے نزدیک نہ آنے دے تو اِدھر سے ہی سہی۔ اور اگر پھر بھی دولتی جھاڑے تو لونڈے کو نشانۂ ہوس بنا کر قوم لوط کی سنت بھی زندہ کرو۔ اور سردی گرمی میں نہانے کے عذاب سے بھی چھوٹو۔ اور اگر لونڈا بھی کھسر پھسر کرے۔ تو گدھی اور کتی آخر کب کام آئے گی۔ نہ حق مہر، نہ نان و نفقہ اور نہ رہائش کی مصیبت۔ کیوں جناب ایک تیر سے کتنے شکار ہو گئے۔ شاباش اے شیعہ فقہ شاباش۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا یاد نہ رہا۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ مصلّٰی پر پہنچ گئے۔ ثُمَّ ذَکَرَ اَنَّہٗ جُنُبٌ پھر یاد آیا مجھے غسل جنابت کرنا ہے۔ پھر واپس آگئے۔ اور غسل کر کے آئے۔

(بخاری شریف کتاب الغسل جلد اول ص ۵۹)

نوٹ:

بخاری شریف تیرے صدقے جاواں کیا شان رسالت بتائی ہے۔ جس بندے کو یہ بات بھی یاد نہ رہتی ہو۔ کہ آج اس نے ہم بستری کی ہے۔ اور اسے غسل بھی کرنا ہے۔ اور پھر نماز پڑھانے کے لیے مصلّٰی پر پہنچ جائے۔ ایسے شخص کو اگر نبوت مل جائے۔ تو وہ دین خدا پہنچانے میں بھی گھپلا مارے گا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۰)

جواب:

نجفی شیعی نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو "گھپلا مارنے والا" کہہ کر اتکاب کفر کیا ہے۔ کیونکہ مذکورہ واقعہ موجود ہے۔ اور اس کی حکمت ہم ابھی چند سطور آگے شیعہ کتب سے ہی پیش کریں گے۔ تفصیلی جواب سے قبل اس مسئلہ کے متعلق ایک نظریہ بیان کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ حضرات انبیاء کرام کو نسیان ہوتا تھا یا نہیں۔ اور کیوں؟

marfat.com

حضرات انبیائے کرام کو نسیان لاحق ہونے کی علماء نے دو صورتیں لکھی ہوئی
ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آنے کے بعد اس میں نسیان ہو جائے۔نسیان کی
یہ صورت ممکن نہیں۔اور معیوب بھی ہے۔کیونکہ اگر وحی الٰہی میں نسیان ہوتا ہوگا۔تو قرآنی
آیات واحکامات میں اس کا اثر ہوگا۔یوں قرآن کریم کے محفوظ اور احکامات کے مکمل ہونے
پر زد آئے گی۔اس لیے اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔کہ تبلیغ میں سہو و نسیان ۱
نہیں ہوتا۔دوسری صورت یہ ہے۔کہ احکام کی ادائیگی میں سہو و نسیان ہو جائے
تو یہ قسم موجود ہے۔اور اس کا عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ورنہ مفوضہ اور غلاۃ کی طرح
ملعون ہوگا۔

اہل سنت کی طرح اہل تشیع بھی اس کے قائل ہیں۔ان کے بہت بڑے مجتہد شیخ صدوق نے اس مسئلہ کی تفصیل یوں ذکر کی۔

مَنْ لَا يَحْضُرُهُ الْفَقِيه:

قَالَ مُصَنِّفُ هٰذَا الْكِتَابِ اِنَّ الْغُلَاةَ وَالْمُفَوِّضَةَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ يُنْكِرُوْنَ سَهْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْ جَازَ اَنْ يَسْهُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الصَّلٰوةِ جَازَ اَنْ يَسْهُوَ فِي التَّبْلِيْغِ لِاَنَّ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِ فَرِيْضَةٌ كَمَا اَنَّ التَّبْلِيْغَ عَلَيْهِ فَرِيْضَةٌ وَهٰذَا لَا يَلْزَمُنَا...... وَذٰلِكَ لِاَنَّ جَمِيْعَ الْاَحْوَالِ الْمُشْتَرَكَةِ يَقَعُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰلِهٖ فِيْهَا مَا يَقَعُ عَلٰى غَيْرِهٖ وَهُوَ مُتَعَبَّدٌ فِي الصَّلٰوةِ كَغَيْرِهٖ وَمِمَّنْ

marfat.com

لَیْسَ بِنَبِیٍّ وَلَیْسَ کُلُّ مَنْ سِوَاہُ بِنَبِیٍّ کَھُوَ
فَالْحَالَۃُ الَّتِیْ اخْتُصَّ بِھَا ھِیَ النُّبُوَّۃُ وَالتَّبْلِیْغُ
مِنْ شَرَائِطِھَا......... وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یَقَعَ عَلَیْہِ
فِی التَّبْلِیْغِ مَا یَقَعُ عَلَیْہِ فِی الصَّلٰوۃِ لِاَنَّھَا عِبَادَۃٌ
مَخْصُوْصَۃٌ وَالصَّلٰوۃُ عِبَادَۃٌ مُشْتَرَکَۃٌ......
وَلَیْسَ سَھْوُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَسَھْوِنَا
لِاَنَّ سَھْوَہُ مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنَّمَا اَسْھَاہُ
لِیُعْلَمَ اَنَّہٗ بَشَرٌ مَخْلُوْقٌ فَلَا یُتَّخَذُ مَعْبُوْدًا
دُوْنَہٗ وَلِیَعْلَمَ النَّاسُ بِسَھْوِہٖ حُکْمَ السَّھْوِ مَتٰی
سَھَوْا...... وَکَانَ شَیْخُنَا مُحَمَّدُ بْنُ
الحسن بن احمد بن الولید رحمۃ اللہ علیہ
یَقُوْلُ اَوَّلُ دَرَجَۃٍ فِی الْغُلُوِّ نَفْیُ السَّھْوِ عَنِ
النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَوْ جَازَ اَنْ تُرَدَّ
الْاَخْبَارُ الْوَارِدَۃُ فِیْ ھٰذَا الْمَعْنٰی لَجَازَ اَنْ تُرَدَّ
جَمِیْعُ الْاَخْبَارِ وَفِیْ رَدِّھَا اِبْطَالُ الدِّیْنِ وَالشَّرِیْعَۃِ
وَاَنَا اَحْتَسِبُ الْاَجْرَ فِیْ تَصْنِیْفِ کِتَابٍ مُنْفَرِدٍ
فِیْ اِثْبَاتِ سَھْوِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
وَالرَّدِّ عَلٰی مُنْکِرِیْہِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول
ص ۲۳۴، ۲۳۵ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

اس کتاب کا مصنف (شیخ صدوق) کہتا ہے۔ کہ مفوضہ اور غلاۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ کی ان پر پھٹکار ہو۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دورانِ نماز سہو جائز جانا جائے۔ تو پھر امور تبلیغ میں بھی سہو جائز ماننا پڑے گا۔ کیونکہ تبلیغ کی طرح نماز بھی آپ پر فرض ہے۔ لیکن یہ ہم پر لازم نہیں آتا....... اس لیے کہ وہ تمام احوال جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگوں کے لیے مشترک ہیں ان کا آپ سے صدور جائز ہے۔ آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح نماز کے مکلف ہیں۔ اور دوسرے لوگ آپ کی طرح نبی ہرگز نہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص حالت صرف نبوت ہے۔ اور تبلیغ شرائط نبوت میں سے ہے .... اور یہ بھی جائز نہیں کہ سہو و نسیان آپ کو نماز میں تو ہوتا ہے۔ تبلیغ میں بھی جائز ہونا چاہیے یہ اس لیے کہ تبلیغ مخصوص عبادت ہے۔ اور نماز مشترکہ عبادت ہے ..... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہمارے سہو کی طرح نہیں۔ آپ کا سہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ اس لیے صادر فرمایا۔ تاکہ آپ کا بشر اور مخلوق ہونا معلوم ہو جائے۔ لہٰذا کوئی شخص آپ کو معبود بنانے کی فکر نہ رکھے۔ اور آپ کا سہو اس لیے بھی اللہ تعالیٰ نے واقع کیا۔ تاکہ لوگوں کو آپ کا سہو دیکھ کر اپنے سہو کے مسائل معلوم ہو سکیں...... ہمارے شیخ محمد بن حسن الولید کہا کرتے تھے۔ کہ نبی میں غلو کا پہلا درجہ یہ ہے۔ کہ ان کے سہو سے انکار کیا جائے۔ اور اگر ان اخبار و واقعات کو رد کر دیا جائے۔ جو ثبوت

marfat.com

ہوئیں ہیں۔ تو پھر تمام اخبار کا رد کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔

۔اور ایسا کرنے میں دین و شریعت کا ابطال ہو جائے گا۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو نسیان کے موضوع پر مستقل کتاب لکھے۔ تو اس کو اجر ملے گا۔ اور اس کتاب میں منکرین کا رد بھی ہو۔ تو انشاء اللہ وہ ثواب پائے گا۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے اس حدیث پر اعتراض کیا تھا۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سہو و نسیان کا ذکر تھا۔ گویا نجفی کے نزدیک یہ نسیان واقع نہیں ہوا۔ اور یوں وہ یہ کہنا چاہتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نسیان سے محفوظ و مامون ہیں۔ لیکن ان کی صحاح اربعہ میں سے من لا یحضرہ الفقیہ کا مصنف شیخ صدوق یہ کہہ رہا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کا منکر یا مفوضہ ہے۔ یا غالی لوگوں میں سے ہے۔ اور ان دونوں پر خدا کی پھٹکار اب جبکہ نجفی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے۔ تو یہ بھی مفوضہ یا غلو کرنے والوں میں سے ہوا۔ اور اس پر بھی بقول شیخ صدوق کی طرف سے خدا کی لعنت۔

اس کے ساتھ شیخ صدوق یہ بھی کہتا ہے۔ کہ جو بھی ایسے ملعون شخص کی تردید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو و نسیان پر اگر کوئی مستقل کتاب لکھے گا تو اس کو اجر و ثواب ملے گا۔ ہم تو شیخ صدوق کے کہنے پر ثواب کے امیدوار نہیں ہیں۔ لیکن اس کے ماننے والوں کو میدان میں آ جانا چاہیے۔ اور انہیں اس منکر نجفی شیعی کی تردید کر کے یہ موقع گنوانا نہیں چاہیے۔

"وہ بقول شیخ صدوق "حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھولتے نہیں۔ بلکہ بھلائے جاتے

marfat.com

ہیں۔ اس میں دو حکمتیں اس نے ذکر کیں۔ ایک یہ کہ اس سے بشر اور مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر لوگ ایسے شخص کو معبود بنانے سے رک جائیں گے۔ دوسری حکمت یہ کہ لوگوں کو اپنے سہو و نسیان کے مسائل معلوم نہ ہوتے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت سے دو چار نہ ہوتے۔ لیکن یہ کچھ جانتے ہوئے بھی نجفی نے کوشش یہ کی۔ کہ بھولے بھالے سنیوں کو یہ دکھا کر بھڑکایا جائے۔ کہ سنی مولوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے ہیں سنی تو قریب میں نہ آسکے۔ البتہ نجفی کو شیخ صدوق کی طرف سے ایک قیمتی تحفہ ضرور مل گیا۔ اور وہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت یہ تو شیخ صدوق کا تحفہ تھا۔ لیکن اس کم بخت نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو و نسیان کا انکار کر کے آپ کا نبی ہونا بھی نہ مانا۔ صاف لکھ دیا۔ کہ اگر ایسے شخص کو نبوت مل جائے تو وہ "لا" یعنی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی سہو ہوا۔ تو نجفی کے نزدیک ایسا شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کر کے مردود ٹھہرا۔ اور پھر "دھیلا مارنا"، کتنا واضح کفریہ عبارت ہے۔ اس طرح کئی وجوہات سے اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔ ایسے کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔

پ۲۲ ع۳۔ ترجمہ: یقیناً ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیتے ہیں۔ یہ لعنت دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کے ساتھ ہے۔ اور علاوہ ازیں ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑا رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۱۶

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں میّت کی شان

سنی فقہ میں شہید پانچ ہیں۔

(۱) جو طاعون کی بیماری میں مرے (۲) (الاسہال) جو (دستوں) کی اور پیچش کی بیماری میں مرے (۳) جو غرق ہو کر مرے (۴) جو دیوار کے نیچے آکر مرے۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ جلد اول ص ۱۲۸)

نوٹ:

سنی بھائیوں کی بخاری شریف نے تو دینِ اسلام پر جھَرلو پھیر دیا ہے اور شہادت اتنی سستی کر دی کہ اگر کسی مولانے کو حلوا کھا کر دستوں کی بیماری میں مر جائے۔ تو وہ شہید ہے۔ اسی کا نام ہے کم خرچ اور بالا نشیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۸)

marfat.com

جواب:

نجمی شیعی نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق اس اعتراض میں شہداء کا تمسخر اڑایا۔ اور حدیث پاک کی کتاب کے متعلق تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ کہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ شہید کی اقسام ان پانچ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور خود شیعہ کتابیں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ اس بحث کے ضمن میں ایک بات کی طرف توجہ مبذول کرانا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ اور خود شہید کی از روئے احکام دو اقسام ہیں۔ ایک وہ کہ جس کو شہادت کے بعد غسل وکفن نہیں دیا جاتا۔ اور دوسرا وہ جو شہید تو ہوتا ہے۔ لیکن اُسے عام مرنے والے مسلمان کی طرح غسل وکفن دیا جاتا ہے۔ اس دوسری قسم کے شہدا کو پہلے شہداء کے ساتھ ثواب پانے میں برابری کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔ اہل تشیع کی کتب میں پانچ سے زائد شہداء کی اقسام ملاحظہ ہوں۔

اللمعۃ الدمشقیہ:

وَمَنْ خَرَجَ عَمَّا ذَكَرْنَاهُ يَجِبُ تَغْسِيلُهُ وَتَكْفِينُهُ وَإِنْ أُطْلِقَ عَلَيْهِ اسْمُ الشَّهِيدِ وَالنُّفَسَاءُ فِيْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ كَالْمَطْعُوْنِ وَالْمَبْطُوْنِ وَالْغَرِيْقِ وَالْمَهْدُوْمِ عَلَيْهِ وَالنُّفَسَاءِ وَالْمَقْتُوْلِ دُوْنَ مَالِهِ وَاَهْلِهِ مِنْ قُطَّاعِ الطَّرِيْقِ وَغَيْرِهِمْ۔

(اللمعۃ الدمشقیہ جلد اول ص ۱۲۷ مطبوعہ قم طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ اس کے علاوہ جو شہید ہیں ان کو غسل دینا اور کفن دینا واجب ہے۔ اگرچہ ان پر شہید کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض اخبار میں ہے۔ کہ طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، مکان یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا نفاس میں مرنے والی عورتیں اور اپنے مال و اہل کا دفاع کرتے ہوئے مرنے والا یہ سب شہید ہیں انہیں (دفاع کرنے والوں کو) ڈاکو ماریں۔ یا کوئی اور۔
اس کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے صاحب روضہ لکھتا ہے۔

روضۃ البھیۃ:

فَالْمَعْنیٰ حِیْنَئِذٍ اَنَّ غَیْرَ مَنْ ذُکِرَ مِنَ الشُّھَدَاءِ مِمَّنْ اُطْلِقَ عَلَیْہِ لَفْظُ الشَّھِیْدِ فِی الْاَخْبَارِ قَوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ مَاتَ غَرِیْبًا مَاتَ شَھِیْدًا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ مَاتَ شَھِیْدًا مَنْ مَاتَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ شَھِیْدًا مَنْ مَاتَ فَلَھُمْ کَالشُّھَدَاءِ فِی الثَّوَابِ وَالْفَضْلِ لَا اَنَّھُمْ کَالشُّھَدَاءِ حَقِیْقَۃً فِی الْاَحْکَامِ کَالْغُسْلِ وَالتَّکْفِیْنِ۔

(روضۃ البھیۃ جلد اول ص ۱۲۰ مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

لمعۃ دمشقیہ کی عبارت کا معنی یہ ہے۔ کہ حقیقی شہداء کے علاوہ جن دوسرے شہیدوں کا ذکر کیا گیا۔ اور ان پر لفظ شہید بولا گیا اور انہیں یہ نام اخبار میں دیا گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ جو پردیس میں مرا وہ بھی شہید، جو علم دین کی تلاش میں مرا وہ بھی شہید اور جمعہ کے دن مرا وہ بھی شہید ہوا۔ یہ لوگ ثواب اور فضیلت میں شہیدوں کی طرح ہیں۔ یہ نہیں کہ حقیقی شہداء کی طرح ان کا غسل و کفن نہ ہوگا۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے پیٹ کی بیماری سے مرنے والے کی شہادت پر مذاق اڑایا (حالانکہ خود ان کی کتاب میں بھی اس کو شہید تسلیم کیا گیا) یہ مذاق اس شخص سے نہیں دراصل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے استہزاء اور تمسخر کیا گیا ہے۔ اور از روئے قرآن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والا پکا کافر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ۔ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ (پ ع)

ترجمہ:

اور اگر تم ان سے پوچھو۔ تو وہ یہی کہیں گے۔ ہم تو ویسے ہی مذاق اور ہنسی کرتے ہیں۔ فرما دیجئے۔ کیا تم اللہ، اس کے رسول اور اس کی

marfat.com

آیات سے مذاق کرتے رہے ہو۔ اب تم کوئی عذر نہ کرو۔ تم نے یقیناً ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا۔

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ان کے ارشادات سے استہزاء اور مذاق کرنے والے کو قطعی کافر قرار دیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نجفی نے جانتے بوجھتے ہوئے کہ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا رسول اللہ کی نظر میں شہید ہے۔ پھر اس کا مذاق اڑایا۔ اور اس وجہ سے وہ اگر مومن تھا۔ تو اب نہیں رہا۔ اللہ کے حبیب کے ارشادات سے مذاق کرنے پر اُسے اللہ کی طرف سے یہی انعام ملنا چاہیئے تھا۔ جو مل گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۱۷

میت کی دبر میں روئی ڈالی جائے

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ آدمی جب مر جائے۔ تو کچھ مقدار روئی اس کے مقام پاخانہ میں ٹھونس دی جائے۔

(فتاویٰ قاضی خان باب غسل میت جلد اول ص ۹)

نوٹ:

معلوم ہوا کہ سنی لوگ اپنی میت کو گانڈ گز کرتے ہیں۔ کہ پھر چونکہ پاخانہ کا مقام کھل جاتا ہے۔ پھر اس میں روئی بھر دیتے ہیں۔ حنفی لوگ اتنے بے شرم ہیں۔ کہ اپنی میت کا گز خود کرتے ہیں۔ اور الزام بے چارے شیعوں کے سر پر تھوپ دیتے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۹)

جواب:

مُردے کے ساتھ یہ سلوک کرنا ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک بالاتفاق بُرا ہے۔ روئی داخل کرنے کا معاملہ ناک اور کان کے متعلق ضرور موجود ہے۔ نجفی نے فتاویٰ قاضی خان کی عبارت لکھنے میں بد دیانتی اور خیانت سے کام لیا ہے۔ میت کی گانڈ میں روئی ٹھونسنے کے متعلق صاحب فتاویٰ نے اسے

marfat.com

فعل قبیح کہا ہے۔ لیکن نجفی کو اس سے کیا غرض اُسے کوئی ٹوٹا پھوٹا جملہ چاہیئے۔ فتاوی کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاوی قاضی خان:

وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْهِ اَنَّہٗ یُجْعَلُ الْقُطْنُ الْمَحْلُوْجُ فِیْ مِنْخَرَیْہِ وَفَمِہٖ وَ بَعْضُھُمْ قَالُوْا یُجْعَلُ فِیْ صِمَاخِ اُذُنَیْہِ اَیْضًا وَ قَالَ بَعْضُھُمْ یُجْعَلُ فِیْ دُبُرِہٖ اَیْضًا وَ ھُوَ قَبِیْحٌ۔

(فتاوی قاضی خان جلد ۱ ص ۱۸۲

مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ خالص روئی مُردے کے ناک کے سوراخوں اور مُنہ میں رکھی جائے۔ اور بعض نے کہا کہ کانوں کے سوراخوں میں بھی رکھی جائے۔ کچھ نے کہا۔ دُبر میں بھی رکھنی چاہیئے۔ لیکن یہ قول قبیح ہے۔

قارئین کرام! فتاوی قاضی خان کی عبارت مع ترجمہ آپ نے ملاحظہ کی۔ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ کہ جس کا معنی یہ ہو۔ کہ سنی مروے کی گانڈ میں گز کرتے ہیں۔ خود نجفی نے ترجمہ کیا ہے۔ اس میں بھی کوئی ایک لفظ ایسا نہیں "گز مارنا" تو کہاں صرف گز کا بھی لفظ نہیں ہے۔ لیکن ترجمہ کے بعد "نوٹ" میں "گانڈ گز کرتے ہیں" ذکر کیا۔ اور پھر اسی پر بقیہ حاشیہ آرائی کی ہے۔ صاحب فتاوی نے وضاحت

marfat.com

کر دی۔ کہ اگر اس بارے میں کوئی قول ملتا ہے۔ تو وہ یہ کہ مُردے کی دُبر میں بعض نے روئی رکھنے کا کہا۔ لیکن ساتھ ہی لکھ دیا۔ کہ یہ قول و فعل قبیح ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہرگز نہیں۔ نجفی نے ایک غلط مفہوم بنایا۔ اور اس سے اہل سنت کی توہین کی۔ اُن کا مذاق اڑایا۔

اہل تشیع کا اپنی میت کے ساتھ سلوک

جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان کی عبارت سے واضح ہو گیا۔ کہ مسلک اہل سنت اور فقہ حنفی میں میت کی دُبر میں روئی ڈالنے والی بات قبیح ہے۔ اور اس پر کسی کا عمل نہیں ہے اس قبیح اور غیر معمول بہ فعل کو نجفی نے "گانڈ گز کرنا" لکھا ہے۔ ایسے گانڈ گز کرنے کو ہم نے تو قبیح قرار دیا ہے۔ لیکن کتب شیعہ اس سے بھری پڑی ہیں۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت کا تسلیم شدہ قول ان میں موجود ہے۔ جس کو کسی نے بھی قبیح نہیں کہا۔ لہٰذا اس پر نجفی کی تعریف صادق آتی ہے۔

حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

فروع کافی:

وَ اعْمَدْ اِلٰی قُطْنٍ فَذُرَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ حَنُوْطٍ وَ ضَعْهُ عَلٰی فَرْجِهٖ قُبُلٍ وَ دُبُرٍ وَ احْشِ الْقُطْنَ فِیْ دُبُرِهٖ لِئَلَّا يَخْرُجَ مِنْهُ شَیْءٌ۔

(فروع کافی جلد سوم صفحہ ۱۴۲ کتاب الجنائز مطبوعہ تہران۔

marfat.com

ترجمہ:

اور غسل دینے والے کو روئی لے کر اس پر تھوڑا سا حنوط چھڑک لینا چاہیئے۔ پھر اس روئی کو میت کی اگلی اور پچھلی شرمگاہ پر رکھ دینا چاہیئے۔ اور تھوڑی سی روئی مرنے کی گانڈ میں داخل کر دینی چاہیئے۔ تاکہ اس سے کوئی چیز نہ نکلے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

ثُمَّ يَضَعُ الْمَيِّتَ فِي اَكْفَانِهٖ وَ يُجْعَلُ الْجَرِيْدَتَانِ مَعَ اِحْدَاهُمَا مِنْ عِنْدِ التَّرْقُوَةِ يُلْصِقُهَا بِجِلْدِهٖ وَ يَمُدُّ عَلَيْهِ قَمِيْصَهٗ مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْمَنِ وَالْجَرِيْدَةُ الْاُخْرٰى عِنْدَ وَرْكِهٖ مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْسَرِ مَعَ بَيْنِ الْقَمِيْصِ وَ الْاِزَارِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۹۰ باب غسل المیت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

پھر میت کو اس کے کفن میں رکھے۔ اور لکڑیاں بھی اس کے ساتھ رکھے۔ ان میں سے ایک لکڑی گردن کے پاس میت کے چمڑے سے ملا کر ہو۔ اور اس پر قمیص کو دائیں طرف سے کھینچے اور دوسری لکڑی چوتڑوں کے پاس قمیص اور چادر کی بائیں طرف رکھے۔

marfat.com

من لایحضرہ الفقیہ:

وَسَالَ حَسَنُ بْنُ زِيَادٍ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجَرِيْدَةِ الَّتِيْ تَكُوْنُ مَعَ الْمَيِّتِ فَقَالَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنَ وَالْكَافِرَ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۹

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسن بن زیاد نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اُس لکڑی کے متعلق پوچھا ۔ جو (شیعہ) میت کے ساتھ رکھی جاتی ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ اس لکڑی کا مومن اور کافر دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے ۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے تو ایک قول قبیح کو اپنے معنی پہنائے ۔ جس کی تردید بھی ہو چکی ہے ہم نے جو حوالہ جات ان کی کتب سے پیش کیے ۔ ان میں صاف الفاظ میں مذکور ہے کہ شیعہ میت مرد ہو تو اس کی گانڈ میں روئی ٹھونسو ۔ اور اگر عورت ہو تو آگے پیچھے دونوں سوراخوں کو خوب بند کرو ۔ پھر اس صراحت کے ساتھ ان امور کی نہ تردید موجود اور نہ ہی انہیں قبیح کہا گیا ہے ۔ لہٰذا اگر نجفی کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فعل کو "گانڈ گز" کہا جائے ۔ تو وجہ معلوم ہے ۔ یہی حقیقت تھی جو نجفی کے دل میں کھٹکی اور اُس نے اپنی نفس سے اثار کر حسنی خنجر چھپاں کرنے کی کوشش کی ۔ وہ عبارت ملاحظہ ہو ۔ "اپنی میت کا گز خود کرتے ہیں ۔ اور الزام بے چارے شیعوں کے سر تھوپ دیتے ہیں"

marfat.com

ناظرین! آپ ہی فیصلہ فرمائیں۔ کہ الزام کس پر تھوپا، اور "میت کا گز"، کون کرتے ہیں؟ حسن بن زیاد والی آخری روایت میں میت کے ساتھ رکھی گئی لکڑی کا فائدہ بتایا گیا۔ یعنی یہ کہ وہ مومن اور کافر دونوں کو مفید ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد کافر کا فائدہ کیسے ہوا۔ یعنی اس کو اس لکڑی سے کیا فائدہ ملا۔ کیا عذاب قبر میں تخفیف ہو گئی؟ منکر نکیر کے سوال آسان ہو گئے؟ دہشت اور اندھیرا کافور ہو گیا؟ سب کا عقیدہ ہے۔ کہ کافر میت کو کسی امر کا عالم برزخ وعقبے میں کوئی فائدہ نہیں مل سکتا۔ لہٰذا یہ قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا تو ہرگز ہرگز ہو نہیں سکتا۔ ہاں آپ کی طرف منسوب ضرور کر دیا گیا ہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ "مومن"، کو فائدہ اور نہ بھی یہ تو ہو گا۔ کہ اس "بے چارے"، کے مرنے کے بعد دُبر کا سوراخ تنگ اور سخت ہو گیا ہو گا۔ اس میں روئی ٹھونسے کے لیے انگلی کون استعمال کرے گا۔ ایسے آڑے وقت وقت میں وہی لکڑی (گز) کام آئے گی۔ روئی دُبر کی سوراخ پر رکھی۔ اور لکڑی سے خانہ پری کر دی۔ ناظرین! یہی تو گانڈ گز تھا۔ جس کا بوجھ نجفی اتارنا چاہتا تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۱۸

جنازہ میں نو ۹ تکبیریں

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ میت پر پانچ تکبیر نماز جنازہ بلکہ سات تکبیر اور نو تکبیر نماز جنازہ بھی جائز ہے۔ بلکہ امام محمد ابن سیرین کے قول پر تین تکبیریں بھی جائز ہیں۔

(میزان الکبریٰ کتاب الجنائز ص ۲۲۴)

نوٹ:

فقہ نعمان تیرے صدقے جاواں جنازے کے بارے میں سنی فقہ میں بھانت بھانت کے فتوے موجود ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۹)

جواب:

مکاری اور فریب دہی ہر جگہ کار فرما ہے۔ نجفی کی کتاب کا نام "حقیقت فقہ حنفیہ" جس میں اس کا وعدہ یا التزام تھا۔ کہ اس کتاب میں حنفیوں پر اعتراض ہوں گے۔ ان کے پول کھولوں گا۔ لیکن بدحواسی کا یہ عالم ہے۔ کہ اگر فقہ حنفی میں سے کوئی بات نہ ملی۔ یا کسی دوسری فقہ کا مسئلہ ہوا۔ تو اسے "سنی فقہ نعمان" کہہ کر احناف پر اعتراض کر مارا۔ اس اعتراض اور اس سے ملتے جلتے اعتراض کی عبارت کو ملاحظہ کریں۔ "سنی فقہ میں ہے" پھر نوٹ " میں " فقہ نعمان " کا نام لکھ دیا۔ گویا

marfat.com

فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کے مسائل "فقہ نعمان" کے مسائل ہو گئے۔ اگر یہی استدلال اور طریقہ ہے۔ تو شیعہ بھی بیسیوں فرقے میں بٹے ہوئے ہیں۔ ہم بھی ان میں سے کسی شیعہ فرقہ غرابیہ کا کوئی مسئلہ ذکر کر کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ "فقہ جعفریہ" میں یہ ہے وہ ہے۔ مثلاً انہی کا ایک بچھڑا ہوا ساتھی فرقہ غرابیہ کہلاتا ہے۔ اس کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اس طرح تھی جس طرح کوے کی کوے سے ہوتی ہے۔ اسی مشابہت کی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام دھوکہ کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے گئے۔ حالانکہ وہ آئے علی المرتضیٰ کی طرف تھے۔ "انوار نعمانیہ" کی جلد ۲ میں ان کے عقائد و افکار کا تذکرہ ملتا ہے۔ جیسا امامیہ شیعہ ہیں ویسے ہی غرابیہ بھی ہیں اب اگر کوئی امامیہ شیعہ کو یہ کہے۔ کہ شیعہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باہم ایسی مشابہت مانتے ہیں جیسا کوے کو کوے سے ہوتی ہے۔ امامی فوراً بول پڑے گا۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔ یہ غرابیہ کا ہے۔ جب تمہارا یہ جواب ہے۔ تو پھر فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کو "فقہ حنفی" کون مانے گا۔ یہ فریب دیا گیا ہے اور عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرات ائمہ اربعہ کا باہم مسائل میں اختلاف ہے۔ ہر ایک کے اپنے دلائل ہیں۔ کسی فقہ پر اعتراض کا جواب اسی فقہ والے کو دینا چاہیئے۔ ہم تو فقہ حنفی پر اعتراض کا جواب دینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ "میزان الکبریٰ" ہماری فقہ کی کتاب نہیں۔ بلکہ فقہ شافعی سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس کتاب کا حوالہ پیش کرتے وقت۔ بھی نجفی نے مکاری اور روباہی کا سہارا لیا۔ کتاب مذکور میں نماز جنازہ کی تکبیرات کے بارے میں مختلف اقوال درج ہیں۔ ہر ایک کی اپنی دلیل ہے لیکن ائمہ اربعہ کا متفق علیہ مسلک یہی ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔ تین، پانچ اور سات تکبیروں کے اقوال دوسرے حضرات کے ہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

marfat.com

میزان الکبریٰ:

قَوْلُ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ بِاَنَّ تَكْبِيْرَاتِ الصَّلٰوۃِ عَلَى الْجَنَازَۃِ اَرْبَعٌ مَعَ قَوْلِ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اِنَّهُنَّ ثَلَاثٌ الخ۔

(میزان الکبریٰ ص ۲۲۴)

ترجمہ:

چاروں اماموں کا قول ہے۔ کہ نمازِ جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔ اس کے ساتھ محمد بن سیرین کا قول تین کا بھی ہے۔۔۔

معلوم ہوا۔ کہ احناف کے نزدیک بلکہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تکبیرات نمازجنازہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس لیے اسے "بھانت بھانت کے فتوے" کہنا نری حماقت ہے۔ اگر مختلف اقوال کسی مسئلہ میں ہونا قابلِ اعتراض ہے۔ تو یہ بات ائمہ اہل بیت سے بھی کتب شیعہ میں منقول ہے۔ اور ان کو بھی وہی لفظ نجفی کہے جو "فقہ نعمان" کو کہے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

عَنْ زُرَارَۃَ ابْنِ اَعْيَنَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فَاَجَابَنِيْ ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَاَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِيْ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَاَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِيْ وَاَجَابَ صَاحِبِيْ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ

marfat.com

قُلْتُ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
رَجُلَانِ مِنْ اَھْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِیْعَتِکُمْ قَدِمَا
یَسْئَلَانِ فَاَجَبْتَ کُلَّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا بِغَیْرِ
مَا اَجَبْتَ صَاحِبَہٗ فَقَالَ یَا زُرَارَۃُ اِنَّ ھٰذَا خَیْرٌ
لَنَا وَاَبْقٰی لَنَا وَلَکُمْ وَلَوْ اِجْتَمَعْتُمْ عَلٰی اَمْرٍ
وَاحِدٍ لَصَدَّقَکُمُ النَّاسُ عَلَیْنَا وَلَکَانَ اَقَلَّ
لِبَقَائِنَا وَبَقَائِکُمْ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۶۵ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب مرحمت فرمایا پھر ایک شخص آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا لیکن امام نے اس کو میرے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اُس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ امام نے اس کو ہم دونوں کے جواب سے علیحدہ جواب دیا۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے۔ تو میں نے امام صاحب سے عرض کیا۔ اے رسول اللہ کے فرزند! دونوں آدمی عراق سے آئے تھے۔ اور آپ کے شیعہ تھے۔ لیکن اُن کے ایک ہی سوال کے آپ نے علیحدہ علیحدہ جواب دیئے۔ (اس کی کیا وجہ ہے؟) فرمایا۔ اے زرارہ! یہی ہمارے لیے بہتر ہے۔ اور اسی میں ہماری اور تمہاری بقا ہے۔ اگر تم ایک ہی بات پر جمع ہو گئے۔ تو مخالف تم کو اپنی مجلس سے نکال دیں گے

marfat.com

اور پھر تم ہمارے پاس کتنے آؤگے۔ کرخروج کیجئے۔ اس طرح ہمارا
اور تمہارا دنیا میں رہنا کم ہو جائے گا۔

دیکھا نجفی صاحب! آپ کے امام صاحب نے ایک ہی مسئلہ کے بیک وقت
تین جواب عطا فرمائے۔ یہاں مسئلہ بھی ایک اور جواب دینے والے بھی ایک۔ اُدھر
اعتراض میں مسئلہ تو ایک ہے۔ لیکن جواب دینے والے مختلف ہیں۔ اس کے
باوجود اُن کے اقوال بھانت بھانت کے فتوے قرار پائے۔ لیکن امام باقر رضی اللہ عنہ
کے فتوے اس بات کے مصداق کیونکر نہیں بنتے۔؟

نوٹ:

اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے بطور تقیہ تین مختلف جواب دیئے
تو یہ بالکل غلط اور ابہام ہے۔ اول یہ کہ تقیہ وہاں ہوتا ہے۔ جہاں خطرہ ہو۔ ان تینوں
سے امام کو کیا خطرہ تھا۔ دوم یہ کہ امام جعفر صادق کے زمانہ میں تقیہ ختم ہو گیا تھا۔ اب اس
کا وجود کہاں سے آگیا۔ اپنی تحریر دیکھو۔

اصل و اصول شیعہ:

عہد زریں

صادق آلِ محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی
تھیں۔ اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم وستم کے واقعہ جاتے رہے تھے۔ بنا برایں دبی
ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح اُبھریں۔ اور روشنی کی طرح پھیل
گئیں۔ خوف و خطرے کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے۔ وہ بھی کھل گئے۔ فضا ء
موافق ہو گئی۔ اور راہیں ہموار۔ امام عالی مقام نے تبلیغ و تلقین میں رات دن ایک کر دیئے

marfat.com

ہاں. تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد و آل محمد کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق عام تھا اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے۔ اس عہد کو تشیع کی نشر و اشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب رجوع نہیں ہوئے تھے۔ دریائے فیض جاری تھا۔ تشنگان معرفت خود بھی سیر ہوتے تھے۔ اور دوسروں کی بھی پیاس بجھاتے تھے۔ بقول ابوالحسن وشار میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سُنا۔ کہ حدثنی جعفر بن محمد، یعنی یہ روایت مجھ سے جعفر علیہ السلام نے بیان فرمائی۔

(اصل و اصول شیعہ ص ۱۰ تصنیف حجۃ الاسلام محمد حسین آل کاشف الغطاء مطبوعہ رضا کار بک ڈپو لاہور)

قارئین کرام! خود اہل تشیع کی زبانی آپ نے سُن لیا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور میں "تقیہ" کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا امام باقر رضی اللہ عنہ کے تین مختلف فتوے اس لیے نہ تھے۔ کہ وہ اس وقت "تقیہ" کی منزل میں تھے۔ اس لیے کسی مسئلہ میں مختلف اقوال ہونا کوئی معیوب اور قابلِ اعتراض بات نہیں۔ اس لیے نجفی شیعی کا میزان الکبریٰ والی عبارت کو موردِ طعن و اعتراض بنانا اس کی اپنی اجتہادی کوشش ہے۔ اور یہی اجتہاد خود اس کے مذہب کا دیوالیہ بھی نکال رہا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۱۹

شیعوں کی مخالفت میں قبر کی کوہان

حقیقت فقہ حنفیہ: رحمت الامۃ:

سُنی فقہ میں ہے۔ وَالسُّنَّۃُ فِی الْقَبْرِ التَّسْطِیْحُ وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ التَّسْنِیْمُ اَوْلٰی لِاَنَّ التَّسْطِیْحَ صَارَ شِعَارَ الشِّیْعَۃِ وَالرَّوَافِضِ۔

(رحمت الامۃ ص ۸۹ کتاب الجنائز)

(میزان الکبریٰ ص ۲۲۷)

ترجمہ:

قبر کا اوپر سے ہموار بنانا سنت ہے۔ اور امام شافعی کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ لیکن ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے۔ کہ چونکہ قبر کو ہموار بنانا شیعوں کی علامت بن گئی ہے۔ لہٰذا اے سنیو تم قبر (کو) کوہان بناؤ۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۰)

جواب:

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بجا ہے۔ اور قبر کو ہموار کرنے کی بجائے اسے اونٹ کی کوہان کی طرح بلند کرنے کو فرمایا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ہموار کرنا چونکہ شیعوں اور رافضیوں کی علامت ہے۔ اس لیے ہم ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

marfat.com

شیعوں اور رافضیوں کی مخالفت آخر کیوں؟ وجہ یہی ہے۔ کہ یہ فرقہ حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کا گستاخ ہے۔ آپ نے اس فرقہ کے شعار اور علامت کو بیان فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ ایسا کرنا ائمہ اہل بیت کا شعار ہے۔ تاکہ آپ کی تعلیمات کو ائمہ اہل بیت کے خلاف بھڑکانے کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ صحابہ کرام کی مخالفت ان شیعوں کی کتب سے عیاں اور ائمہ اہل بیت کی طرف من گھڑت روایات کا انتساب ان کا ایمان ہے۔ نہ اعتبار آئے۔ تو رجال کشی کے ص ۱۹۵ زیر تذکرہ مغیرہ بن سعید میں ملاحظہ کریں۔

اگر کوئی نجفی کا ساتھی یہ کہے۔ کہ ابوحنیفہ نے محض رافضیوں کی مخالفت کو بہانہ بنایا ہے اور انہوں نے حق و باطل کو سامنے نہیں رکھا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو بہت سے ائمہ کے اقوال و فتوے ایسے ملتے ہیں۔ جن میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی کا ترجمہ الشافی:

راوی نے کہا۔ اگر آپ دونوں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے دو حدیثیں مشہور ہوں اور ثقہ حضرات نے ان دونوں کی روایت بھی کی ہو۔ تو کیا کیا جائے فرمایا یہ دیکھا جائے۔ کہ کونسی حدیث قرآن و سنت کے مطابق اور رائے عامہ کے خلاف ہے۔ جو موافق قرآن و سنت ہوگی۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔ اور ترک کیا جائے گا۔ اس حدیث کو جو قرآن و سنت کے خلاف ہوگی۔ اور رائے عامہ کے موافق راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے کہا۔ میں آپ پر فدا ہوں۔ اگر دو فقیہ اس حدیث کے حکم کو کتاب و سنت سے حاصل کریں۔ ہم ان میں سے ایک کو عام لوگوں کے موافق پائیں اور دوسری کو مخالف تو کس خبر پر عمل کریں۔ فرمایا۔ جو عامہ کے خلاف ہوگی ہدایت اس میں ہوگی میں نے کہا اگر مخالفوں کے دو گروہ دونوں خبروں کے موافق ہوں۔ تو کیا کیا جائے فرمایا یہ دیکھا جائے گا۔ کہ ان کے احکام اور قاضی کس خبر کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اس کو

چھوڑ کر دوسرے پر عمل کیا جائے۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اوّل مطبوعہ کراچی ص۸۱)

اللمعۃ الدمشقیہ:

وتسطیحہ لا یجعل لہ فی ظہرہ سنمًا لانہ من

شعائر الناصبۃ۔ (اللمعۃ الدمشقیہ جلد اوّل ص۱۴۸)

ترجمہ:

قبر کو کوہان کی شکل پر نہ بنایا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا سنیوں کی علامت ہے

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ بقول سائل امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما دونوں نے حق و باطل کا خیال نہ رکھا۔ بلکہ صاف فرمایا۔ کہ وہ کرو۔ جس میں سنیوں کی مخالفت ہو۔ لہٰذا یہاں بھی وہی بات ہوئی۔ جو نجفی کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول میں نظر آئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کے اقوال نہیں کہہ سکتے۔ یہ سب کچھ اہل تشیع کا کیا دھرا ہے۔ اور منسوب ائمہ اہل بیت کی طرف کر دیتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۰

بے وضو اذان دینے میں کچھ حرج نہیں۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

سُنّی فقہ میں ہے۔ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ لَا بَأْسَ اَنْ یُؤَذِّنَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ۔

(بخاری شریف باب الاذان جلد اول ص ۱۲۵)

ترجمہ:

کہا ابراہیم کہتا ہے۔ کہ بے وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

نوٹ:

بخاری شریف نے سنی بھائیوں کے مزے بنا دیئے کہ ہوا بھی خارج کرتے رہیں۔ اور اذان بھی دیتے رہیں۔ کیا یہی سیرت شیخین ہے اور فقہ نعمان ہے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۱)

جواب:

نجفی شیعی نے صرف تمسخر اڑایا ہے۔ مسئلہ کو خلاف سنت یا نامعقول ثابت کرنے کی جسارت نہیں کی۔ بے وضو اذان دینا اور بات ہے۔ اور اذان دیتے وقت ہوا خارج کرنا دوسری بات ہے۔ نجفی نے بے وضو اذان دینے پر یہ مذاق کیا ہے۔ جس کا اس سے تعلق ہی نہیں۔ اگر معاملہ یہی ہے۔ تو نجفی

marfat.com

کو اپنی کتابوں میں اس مسئلہ کو دیکھنا چاہیئے تھا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کتب شیعہ میں اس سے بھی زیادہ موجود ہو۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ لَا بَأْسَ اَنْ تُؤَذِّنَ رَاكِبًا اَوْ مَاشِيًا اَوْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲) فروع کافی جلد سوم ص ۳۰۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سوار ہو کر، پیدل چلتے ہوئے یا بغیر وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

وسائل الشیعہ:

قَالَ اِنْ حَدَثَ الْحَدَثُ فِي الْاَذَانِ فَلَا بَأْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۶۲۸)

ترجمہ:

فرمایا۔ اگر اذان دیتے دیتے وضو ٹوٹ جائے۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

marfat.com

من لایحضرہ الفقیہ:

وَكَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَا بَأْسَ اَنْ يُؤَذِّنَ الْغُلَامُ قَبْلَ اَنْ يَحْتَلِمَ وَلَا بَأْسَ اَنْ يُؤَذِّنَ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ جُنُبٌ وَلَا يُقِيْمُ حَتّٰى يَغْتَسِلَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۸)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر لڑکا بالغ ہونے سے پہلے اذان دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور موذن کا حالت جنابت میں اذان دینا بھی جائز ہے۔ لیکن غسل کیے بغیر وہ اقامت نہ کہے۔

فروع کافی:

عن الحلبی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ قُلْتُ لَهُ يُؤَذِّنُ الرَّجُلُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ؟ قَالَ إِذَا كَانَ التَّشَهُّدُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَلَا بَأْسَ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۳۰۵ مطبوعہ تھران طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

حلبی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ اگر کوئی شخص قبلہ سے منہ موڑ کر اذان دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اگر شہادت (اشہدان لا الہ الا اللہ۔ اشہدان محمدا الخ) قبلہ رُخ کہہ دے۔ تو درست ہے۔

لمحہ فکریہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مذاق کا نشانہ نجفی نے اس لیے بنایا۔ کہ ان کی تصنیف میں ""اذان بغیر وضو"" کہنے کا جواز تھا۔ اور پھر کمال بے حیائی سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے تمسخر کیا۔ اب ذرا اپنے گھر کو دیکھیے کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ تو جنبی کو اذان دینے کی اجازت دے رہے ہیں۔ چلتے پھرتے اذان دینا درست فرما رہے ہیں۔ حضرت ""امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ قبلہ سے منہ موڑ کر اذان دینے کے جواز کا فتویٰ صادر فرما رہے ہیں۔ اس پر اگر اس طرح حاشیہ آرائی کی جائے۔ تو زیادتی نہ ہوگی۔ کہ ذاکرین و مجتہدین کو ان کے اماموں نے یہ اجازت دے دی۔ کہ بیوی کے ساتھ جماع بھی کرتے رہو۔ اور اذان کا غلغلہ بھی بلند کرتے رہو۔ کیونکہ قبلہ رُخ ہو کر اذان نہ دینا حضرت امام جعفر صادق نے جائز کر دیا۔ لہٰذا جدھر بیوی کہے اُدھر ہی منہ رکھو۔ اور اذان کہتے رہو وہ تو سیرت شیخین نہ تھی۔ لیکن یہ تو فرمانِ ائمہ اہل بیت ہے (معاذ اللہ)

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۱

حی علی خیر العمل کو اذان سے نکالنا اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے اجراء کی بدعت

سُنی فقہ میں ہے۔ کہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَحْدَثَہٗ عُمَرُ فَقَالَ اِبْنُہٗ بِدْعَۃٌ۔

مذکورہ کلمہ اذان میں عمر نے جاری کیا۔ اور ان کے بیٹے عبداللہ نے ان کی ڈٹ کر مخالفت کی ہے۔ افسوس سنیوں بھائیوں پر ہے۔ کہ اس بدعت کو مانتے بھی ہیں۔ اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

سنی فقہ میں ہے۔ کہ

حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ اذان میں عبداللہ بن عمر فرماتے تھے۔ اور ائمہ اہل بیت میں سے امام علی بن الحسین مذکورہ کلمہ اذان میں فرماتے تھے۔ اور آنجناب نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ یہی پہلی اذان ہے۔
(سنن الکبریٰ باب ما روی فی خیر العمل جلد اول ص ۴۲۴)

نوٹ:

سنیوں بھائی کا دعویٰ ہے۔ کہ آل رسول کو مانتے ہیں۔ اور آل رسول کا مسلک یہ ہے۔ کہ مذکورہ کلمہ (حی علی خیر العمل) اذان میں کہا جائے۔ لیکن سنی بھائیو اذان میں جو بدعت عمر ہے۔ اس کو ترک کرتے ہیں۔ اور جو آل رسول کا طریقہ ہے۔ اس سے

marfat.com

انہیں نفرت ہے معلوم ہوا کہ یہ آل رسول کے پیروکار نہیں ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۲)

جواب :

نجفی شیعی کے مذکورہ اعتراض میں دو امر ہیں۔ ایک یہ "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہیں۔ اور اس ایجاد پر ان کے بیٹے حضرت عبداللہ اسے بدعت جانتے تھے۔ دوسرا امر یہ ہے۔ کہ "حی علی خیر العمل" کے الفاظ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں کہا کرتے تھے۔ ان دونوں امور کے ثبوت کے لیے "سنن الکبریٰ" کا حوالہ دیا گیا۔ ہم نے اس کتاب میں بہت تلاش کیا۔ کہ کہیں کوئی حدیث ایسی مل جائے۔ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خود ان کے لخت جگر مخالفت کرتے نظر آئیں۔ لہٰذا مخالفت کا یہ اعتراض ایک دھوکہ جھوٹ اور فریب ہے۔ اس کے برعکس اسی کتاب حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھا کرتے تھے۔

بیہقی شریف :

عَنِ الثَّوْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ فِي الْأَذَانِ الْأَوَّلِ مَرَّتَيْنِ يَعْنِيْ فِي الصُّبْحِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص ۴۲۳ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکہ مکرمہ طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ حی علی الفلاح کے بعد اذان صبح میں دو مرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے۔

بیہقی شریف کی اس روایت سے یہ امر واضح ہو گیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ خود پڑھا کرتے تھے۔

بقول نجفی شیعی اگر جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ کو بدعت قرار دیتے تھے اور ان کی مخالفت کرتے تھے۔ تو پھر ان کو اذان میں پسند فرمانا۔ اور خود پڑھنا کیا معنی رکھتا ہے؟

اس کے بعد نجفی نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما "حی علی خیر العمل" کے الفاظ اذان میں کہا کرتے تھے۔ جو اہل تشیع کی اذان کا حصہ ہیں۔ اس بارے میں تحقیق یہ ہے۔ کہ ابن عمر نے یہ الفاظ کہے ضرور تھے۔ لیکن آپ کا معمول نہ تھا۔ چند مرتبہ یہ کہے۔ اور وہ بھی دوران سفر میں۔ اس کے برخلاف آپ کا معمول "حی علی الفلاح" کہنے کا تھا۔ ثبوت کیلیے حوالہ ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُؤَذِّنُ فِي

سَفَرِہٖ وَ کَانَ يَقُوْلُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ وَاَحْيَانًا يَقُوْلُ حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص۴۲۴ کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ:

جناب نافع کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دوران سفر اذان نہیں کہتے تھے۔ بلکہ صرف حی علی الفلاح کہا کرتے تھے۔ اور گاہے۔ حی علی خیر العمل کہتے تھے۔

اسی بیہقی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا گیا۔ کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

بیہقی شریف:

عَنْ بِلَالٍ اَنَّہٗ كَانَ يُنَادِيْ بِالصُّبْحِ فَيَقُوْلُ حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ فَاَمَرَہُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اَنْ يَجْعَلَ مَكَانَہَا اَلصَّلٰوۃُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ وَتَرَكَ حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص۴۲۵)

ترجمہ:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ اذان فجر میں حی علی خیر العمل کہا کرتے تھے۔ پھر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

نے ارشاد فرمایا۔ کہ ان کلمات کی جگہ یہ کہا کرو الصلوۃ خیر من النوم۔ حضور کے ارشاد پر انہوں نے حی علی خیر العمل کہنا چھوڑ دیا تھا۔

اس روایت سے دونوں امور کے جوابات سامنے آ گئے۔ پہلا یہ امر کہ الصلوۃ خیر من النوم کے الفاظ۔۔ حضرت فاروق اعظم کی ایجاد ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ "حی علی خیر العمل" اذان میں اہل بیت کہا کرتے تھے۔ اس روایت میں حضرت بلال کے متعلق معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الصلوۃ خیر من النوم انہیں پڑھنے کو فرمایا۔ بیہقی شریف میں ایک اور روایت کے مطابق آپ نے یہ الفاظ ایک دوسرے صحابی کو پڑھنے کے لیے فرمایا۔

بیہقی شریف:

اُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ عَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهٗ وَفِيْهِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِي الْاُوْلٰى مِنَ الصُّبْحِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص ۴۲۲)

ترجمہ:

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی اذان کی روایت کرتے ہیں۔ اس میں دو مرتبہ الصلوۃ خیر من النوم کا اول صبح کی اذان میں کہنا موجود ہیں۔

marfat.com

"اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ"

پڑھنے کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے

وسائل الشیعہ

عن عبد الله بن سنان عن ابی عبد الله علیہ السلام قال اذا كنت فی اذان الفجر فقل الصلوة خير من النوم بعد حی على خير العمل من النوم ولا تقل فی الاقامة الصلوة خير من النوم انما هذا فی الاذان۔

(وسائل الشیعہ جلد چہارم ص ۶۵۰ طبع تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ ابن سفیان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام موصوف نے فرمایا۔ جب تو اذان فجر کہے تو حی علی خیر العمل کے بعد الصلوۃ خیر من النوم پڑھ۔ لیکن یہ الفاظ اقامت میں نہیں پڑھنے چاہئیں۔ یہ صرف

marfat.com

اذان کے لیے ہیں۔

نوٹ:

من لایحضرہ الفقیہ کی ایک روایت میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ منسوب ہے۔ کہ انہوں نے صبح کی اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم" بطور تقیہ کہنے کی اجازت دی۔ روایت یہ ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَلَا بَأْسَ اَنْ یُقَالَ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ عَلٰی اَثَرِ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَیْنِ لِلتَّقِیَّۃِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۸)

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۶۵۰)

ترجمہ:

صبح کی اذان میں حی علی خیر العمل کے بعد دو مرتبہ الصلوۃ خیر من النوم بطور تقیہ پڑھے جائیں۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ اور من لایحضرہ الفقیہ کے مذکورہ حوالہ میں حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ کی طرف بطور تقیہ یہ الفاظ کہنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ امام موصوف نے ہرگز ہرگز یہ نہیں فرمایا یہ شیعوں کی چالاکی اور بچاؤ کی تدبیر ہے ورنہ شیخ صدوق کے بقول کچھ ہی اوراق پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ حضرت امام جعفر صادق

marfat.com

یہ طریقہ تجویز نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت بات دوٹوک کرنے کا وقت تھا۔ آپ یا یہ فرماتے کہ اذان فجر میں الصلوۃ خیر من النوم پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یا یہ کہ انہیں ٹھا اور ان دونوں میں سے ایک سابقہ روایت میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے علی الاملان ان الفاظ کے پڑھنے کا حکم دیا۔ وہاں "تقیہ" کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے معلوم ہوا۔ کہ یہ لفظ کسی مجتہد یا ذاکر نے اپنی انا کو قائم رکھنے کے لیے روایت میں جڑ دیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت حنفیوں کی مایہ ناز نماز

ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابن خلکان اعنی و فیات الاعیان ذکر سلطان محمود غزنوی ص ۱۱۳ جلد دوم۔

تاریخ ابن خلکان:

ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ عَلٰى مَا يُجَوِّزُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَلَبِسَ جِلْدَ كَلْبٍ مَدْبُوْغًا ثُمَّ لَطَخَ رُبُعَهٗ بِالنَّجَاسَةِ وَ تَوَضَّاَ بِنَبِيْذِ التَّمْرِ وَ كَانَ فِيْ صَمِيْمِ الصَّيْفِ فِي الْمَفَازَةِ وَ اجْتَمَعَ الذُّبَابُ وَالْبَعُوْضُ وَ كَانَ وُضُوْءُهٗ مُنَكَّسًا مُنْعَكِسًا ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَ اَحْرَمَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ غَيْرِ نِيَّةٍ فِي الْوُضُوْءِ وَ كَبَّرَ بِالْفَارِسِيَّةِ ندا بزرگ و برگ سبز۔ ثُمَّ

قَرَأَ آيَةً بِالْفَارِسِيَّةِ دو بزرگ سبز ثُمَّ نَقَرَ نَقْرَتَيْنِ كَنَقَرَاتِ الدِّيْكِ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ

وَ مِنْ غَيْرِ رُكُوْعٍ وَ تَشَهُّدٍ

وَ ضَرَطَ فِي اٰخِرِهٖ مِنْ غَيْرِ نِيَّةِ السَّلَامِ

وَ قَالَ اَيُّهَا السُّلْطَانُ هٰذِهٖ صَلٰوةُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

فَقَالَ السُّلْطَانُ لَوْ لَمْ تَكُنْ هٰذِهٖ صَلٰوةُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

لَقَتَلْتُكَ لِاَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ

لَا يُجَوِّزُهَا ذُوْ دِيْنٍ فَاَنْكَرَتِ الْحَنَفِيَّةُ

اَنْ تَكُوْنَ هٰذِهٖ صَلٰوةُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَاَمَرَ

الْقَفَّالُ بِاِحْضَارِ كُتُبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ اَمَرَ

السُّلْطَانُ نَصْرَانِيًّا كَاتِبًا يَقْرَءُ الْمَذْهَبَيْنِ

جَمِيْعًا فَوُجِدَتِ الصَّلٰوةُ عَلٰى مَذْهَبِ اَبِيْ

حَنِيْفَةَ عَلٰى مَا حَكَاهُ الْقَفَّالُ فَاَعْرَضَ

السُّلْطَانُ عَنْ مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ تَمَسَّكَ

بِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابن خلکان اعنی

وفیات الاعیان ذکر سلطان محمود غزنوی جلد دوم

ص ۱۱۳)

ترجمہ:

(سلطان محمود غزنوی نے شافعی مذہب اور حنفی مذہب کے علماء کو جمع

marfat.com

کیا۔ اور ان سے احادیث کو سنا۔ احادیث مذہب شافعی کے زیادہ مطابق تھیں۔ پھر اس نے دونوں مذہبوں کے فقہاء کو جمع کیا اور فرمائش کی۔ کہ ان دونوں میں سے جو سچا مذہب ہے۔ اس کو ترجیح دیں۔ پس یہ طے پایا کہ دو دو رکعت نماز دونوں مذہبوں کے مطابق سلطان محمود کے سامنے پڑھی جائے۔ اور فیصلہ خود سلطان کرے۔ پس قفال مروزی نے دو رکعت نماز فقہ شافعی کے مطابق پڑھ کر دکھائی۔ پھر اس نے دو رکعت نماز فقہ ابو حنیفہ کے مطابق اس کیفیت سے پڑھ کر دکھائی پہلے تو رنگا ہوا کتے کا چمڑا پہنا پھر اس کے چوتھے حصے کو مزید نجس کر دیا۔ پھر کھجوروں کے پتوں سے نچوڑے ہوئے پانی سے وضو کیا۔ اور یہ واقعہ موسم گرما میں ایک صحرا میں پیش آیا۔ اس پر مکھیاں اور مچھر اکٹھے ہو گئے۔ اور پھر اس نے الٹا وضو کیا۔ (یعنی پہلے پاؤں دھوئے پھر ہاتھ اور پھر منہ) پھر بغیر نیت کے نماز شروع کر دی۔ اور فارسی زبان میں تکبیر کہی (اللہ بزرگ ترست) پھر ایک آیت کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مُدْهَامَّتَانِ۔ دو بزرگ سبز پھر بلا فاصلہ مرغ کی طرح دو ٹھونگیں ماریں۔ رکوع اور تشہد بغیر اطمینان کے کیا۔ اور نماز کے آخر میں بغیر نیت سلام کے پاد دیا (یعنی ہوائی گوز چھوڑا) پھر عرض کی کہ یہ ابو حنیفہ کی نماز ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اگر یہ ابو حنیفہ کی نماز ثابت نہ ہوئی۔ تو آپ کو قتل کر دوں گا۔ کیونکہ یہ نماز تو کوئی دیندار جائز نہیں سمجھے گا۔ اور حنفی فقہاء نے بھی انکار کیا۔ پس سلطان نے قفال مروزی کو حکم دیا۔ کہ ابو حنیفہ کی کتابیں حاضر کرے۔ اور سلطان نے اپنے عیسائی منشی کو حکم دیا کہ

marfat.com

دونوں مذہبوں کے مطابق نماز کی تحقیق کرے۔ پس جس طرح قفال مروزی نے ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق نماز پڑھ کر دکھائی تھی۔ ابو حنیفہ کی کتابوں سے اسی طرح ثابت ہوئی۔ پس سلطان محمود نے اس دن سے ابو حنیفہ کے مذہب سے تبرا کیا۔ اور مذہب شافعی کو اختیار کیا۔

نیز اس واقعہ کو امام الحرمین ابو المعالی عبدالملک بجوینی نے اپنی کتاب، مغیث الخلق فی اختیار الحق میں تحریر کیا ہے۔

نوٹ:

ارباب انصاف یہ ہے سنی بھائیوں کی نماز جس مفتی نے نماز جیسی اعلیٰ عبادت کا اس طرح خانہ خراب کیا ہے۔ ایسے مفتی کو بیچ کر چھوہارے کھائے جائیں۔ ننگی نہاؤ نڑاں کی تے نچوڑناں کی۔ جب امام اعظم نے نماز کا یہ حال کیا ہے۔ تو باقی اسلام کا ان کے فتووں کے مطابق حال پتلا ہی ہوگا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۳ تا ۹۵)

جواب:

تاریخ ابن خلکان کے حوالہ سے اوپر جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے اور پھر اس کے ذریعہ فقہ حنفی کی جو تحقیر و تذلیل کی گئی ہے یہ عام آدمی کے لیے تو حیران کن ہو سکتا ہے۔ لیکن صاحب علم اس سے فقہ حنفی کی تحقیر نہیں کرے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ فقہی مذاہب باہم مختلف مسائل کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ ہر ایک کے اپنے اصول و قواعد ہیں۔ پھر ہر ایک فقہ میں کچھ رخصتیں اور رعایتیں ہیں جن کو سرانجام دینے والا بہر حال "منکر" نہیں کہلا سکے گا۔ شلاً مسافر کے لیے

دوران سفر روزہ نہ رکھنے کی رعایت ہے۔ نوافل میں بیٹھ کر پڑھنے کی رعایت ہے۔ یہ رخصتیں اور رعایتیں مزاج شریعت میں سے ہیں۔ اسی طرح نماز کے بعض فقہی مسائل حنفی اور شافعی وغیرہ کے نزدیک رخصتی بھی ہیں۔ اور کامل طریقہ سے بھی منقول ہیں۔ مذکورہ واقعہ میں قفال مروزی نے فقہ شافعی کے مطابق جو نماز پڑھی۔ اُس کا تذکرہ نہیں عین ممکن بلکہ یہی ہوگا۔ کہ اس نے فقہ شافعی کی نماز ان کے فقہی مسائل میں سے اُن مسائل کے مطابق پڑھی ہوگی۔ جو رعایت اور رخصت پر مبنی نہ تھے۔ اگر رخصتی طریقہ اور جوازی طریقہ سے پڑھ کر دکھاتا۔ تو شاید سلطان محمود فقہ شافعی سے بھی تبرا کر لیتا۔

اب ہم ناظرین کرام کو فقہ جعفریہ کی نماز پڑھ کر دکھائیں۔ تو حیران رہ جائیں گے کہ یہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ ذرا دھیان فرمائیں۔ ایک شیعہ نماز پڑھنے سے قبل پیشاب کرنے گیا۔ اُس نے تھوک سے آلۂ تناسل کا استنجاء کیا۔ بعد ازیں تھوڑا سا چونے کر آلۂ تناسل پر لگا کر کپڑے اتار دیے۔ یا چونا نہ لگا سکا۔ تو اُس پر ہاتھ رکھ کر ستر کر لیا۔ اس کے بعد اگر سر ڈھانپنا چاہا۔ تو پیشاب، خون اور منی سے تر کی ہوئی پگڑی سر پر باندھ لی۔ اب اذان کی طرف متوجہ ہوا۔ کھڑے یا بیٹھے قبلے رُخ موڑ کر زوجہ محترمہ سے جماع کرتا ہوا اذان کہتا گیا۔ اذان ہو چکی تو اب نماز کی تیاری مکمل کرنے کے لیے وضو کی طرف متوجہ ہوا۔ وضو کے لیے پانی کا ایک مٹکا تھا۔ جس میں جانوروں کا پیشاب تھا۔ کتوں کا جوٹھا تھا اس سے وضو کر لیا۔ اب نماز شروع کی۔ اور دوران نماز مذی آلۂ تناسل سے نکل کر ایڑیوں کو سیراب کر گئی اور لوگ اس کی مذی بہتی دیکھ رہے تھے۔ رکوع کیا۔ سجدہ کیا۔ دونوں سجدوں کے بعد پاد مار کر فراغت پائی۔ یہ نماز اگر قفال مروزی سلطان محمود کو پڑھ کر دکھاتا تو کیا خیال ہے۔ سلطان اس کو مسلمانوں کی نماز کہتا۔ نہیں بلکہ ہزار بار ایسی نماز سے توبہ کرتا۔

marfat.com

اب نجفی شیعی سے اس کی اپنی نماز پر تبصرہ لکھوائیے۔ کم از کم انہی الفاظ کے ساتھ جو اُس نے فقہ حنفی کی جوازی نماز کے بارے میں لکھے۔ وہ کیا لکھے گا۔ ہم سے سُن لو۔ جس مجتہد اور حجۃ الاسلام نے نماز ایسی اعلےٰ عبادت کی یہ صورت بگاڑ دی اس سے دین و اسلام کے احکام کے متعلق کیا تصور ہو گا۔ ہم نے اس شیعی نماز کو کسی امام کے نام سے نہیں لکھا کیونکہ حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم دین و اسلام کے ستون اور شرم و حیا کے پیکر تھے۔ وہ ایسی خرافات سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس لیے یہ طریقہ جوازی شیخ صدوق وغیرہ کا گھڑا ہوا ہے۔ نماز کے اس نقشہ کو سامنے رکھیے۔ یا کسی "حجۃ الاسلام" کو کہیئے۔ کہ یہ نماز پڑھ کر یا امام بن کر ٹھا کر دکھاؤ۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ اگر نجفی ایسی نماز پڑھانے کے لیے امام بن جائے۔ تو ہندو اور سکھ بھی یہ نظارہ دیکھنے کے لیے امام باڑہ میں آجائیں۔ پانچ وقت یہی ڈرامہ دکھایا جائے۔ تو سینما حال بند ہو جائیں۔ تھیٹر کا بازار مندا ہو جائے۔ اور فقہ جعفریہ کائنات میں دنوں کے اندر پھیل جائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

بیوی کے رانوں کے محراب میں نماز

بخاری شریف

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ
بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ
رِجْلَيَّ فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ
علی الفراش جلد اول ص ۱۸۲)

ترجمہ:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سو جاتی تھی۔ اور میرے دونوں پاؤں حضور کے قبلہ کی طرف میں ہوتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے

marfat.com

تھے۔ تو میرے پاؤں میں گداز (جلول) کرتے تھے۔ پس میں اس وقت اپنے پاؤں سمیٹ لیتی تھی۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو میں اپنے پاؤں پھر پھیلا دیتی۔

نوٹ:

سنی بھائیوں کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا چاہیے پس نماز پڑھتے وقت بیوی کو سامنے لٹالیں۔ اور اس کی رانوں کو محراب بنائیں پھر ایک تو بیری سے ہاتھ پائی کے مزے لوٹیں۔ اور دوسرے یہ کہ رب کو بھی راضی کریں اسی کا نام ہے۔ ہم خرما و ہم ثواب سنی بھائیوں کو چاہیئے کہ ہمیں فقہ نعمان پر عمل کرنے کے لیے مجبور نہ کریں۔ مثل مشہور ہے۔ ٹھک۔ ٹٹ کے کدی نہ چھٹنی ہے۔ فقہ نعمان سے ہماری توبہ ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۵)

جواب:

اس اعتراض کے ذریعے نجفی شیعی نے تو ائمہ اہل بیت کو بھی رگڑا دے دیا۔ ویسے اُن کے نام پر مرنے کی باتیں ہوتی ہیں۔ اُن کی محبت کا دعوے کرتے تھکتے نہیں۔ ان کی تعلیمات کو اپنا دین گردانتے ہیں۔ ان کی بات کو قرآن آیت کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔ نماز کا یہ مسئلہ یا یہ واقعہ ہماری کتاب میں ہی ہوتا۔ تو کچھ اور بات تھی۔ بعینہٖ یہ واقعہ نجفی کے دین کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو نجفی نماز تک کے مسائل سے نابلد ہے۔ یا اسے اپنی مشہور کتابیں بھی دیکھنی نصیب نہیں ہوئیں۔ یا بغض وحسد میں ایسا اندھا ہو گیا۔ کہ اپنا بیگانہ سب کو ایک جیسا سمجھنے لگا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیدہ عائشہ کا سونا اور نماز کے دوران پاؤں سمیٹنا وغیرہ کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

marfat.com

من لایحضرہ الفقیہ:

وَرَوٰی جَمِیْلٌ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ السَّلَامَ اَنَّہٗ قَالَ لَا بَاْسَ اَنْ تُصَلِّیَ الْمَرْاَۃُ بِحِذَاءِ الرَّجُلِ وَھُوَ یُصَلِّیْ فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ وَعَائِشَۃُ مُضْطَجِعَۃٌ بَیْنَ یَدَیْہِ وَھِیَ حَائِضٌ وَکَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّسْجُدَ غَمَضَ رِجْلَیْھَا فَرَفَعَتْ رِجْلَیْھَا حَتّٰی یَسْجُدَ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول

ص ۱۵۹ تا ۱۶۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جمیل نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا۔ کہ اگر کوئی عورت مرد کے سامنے کھڑی ہو کر نماز پڑھے۔ اور وہ مرد بھی نماز پڑھ رہا ہو۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بحالتِ حیض آپ کے سامنے لیٹی ہوئی ہوتی تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں پر ہاتھ مارتے۔ اس وقت وہ پاؤں سمیٹ لیتیں۔ حتی کہ آپ سجدہ سے فارغ ہو جاتے۔

بعینہ یہ روایت فروع کافی جلد سوم ص ۲۹۹ پر بھی موجود ہے۔ اور اس کتاب کا مصنف نے جو باب باندھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ باب المراۃ تصلی بحذاء الرجل۔ ان

marfat.com

دونوں کتابوں میں یہ واقعہ من وعن موجود ہے۔ اب اس واقعہ پر نجفی نے جو حاشیہ آرائی کی۔ یعنی یہ کہ سنی لوگوں کو چاہیئے۔ کہ نماز پڑھتے وقت اپنی بیوی کو سامنے لٹائیں اس سے ہاتھا پائی کے مزے لوٹیں۔ اور رب کو بھی راضی کریں الخ یہ کفریہ کلمات اس نے اس لیے کہے۔ کہ مذکورہ واقعہ بخاری شریف میں تھا۔ اور بخاری شریف سنیوں کی کتاب ہے اب جبکہ یہی واقعہ شیعوں کی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ بلکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے ایک استدلال بھی فرمایا۔ تو یہ مسئلہ شیعہ کتب میں ہونے کی وجہ سے شیعوں کا بھی ہوگیا۔ اب سنی شیعہ دونوں فقہ میں "بیوی کے رانوں کے محراب میں نماز پڑھنا درست ہوگیا۔

نجفی نے "لوٹ" کے اندر سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ اور اس کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ کا بھی تمسخر اڑا دیا۔ کیونکہ انہوں نے اسی واقعہ سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ بیوی سامنے لیٹی ہو۔ تو نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شامل نہ کریں۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑانا یقیناً کفر ہے۔ ایسے شخص کے لیے "حجۃ الاسلام" کی بجائے "حجۃ الکفر" لقب بہت فٹ ہے۔

بخاری شریف اور من لایحضرہ الفقیہہ وغیرہ میں صرف اتنا مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کرنے سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاؤں میں گدگدی کی۔ اور انہوں نے پاؤں سمیٹ لیے۔ لیکن نجفی نے اس کو "بیوی سے ہاتھا پائی کے مزے" بنا دیا۔ یعنی (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بکواس کی۔ کہ اس کے کہنے سے ایمان کا رہ جانا ناممکن ہے۔

"سنی بھائیوں کو چاہیئے کہ ہمیں فقہ نعمان پر عمل کرنے کے لیے مجبور نہ کریں" ہمیں مجبور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور پھر تم جیسے بدمذہب اور بے دین

marfat.com

کو فقہ نعمان برداشت کیسے کر سکتی ہے۔ فقہ جعفریہ ہی ہے کہ جس نے ایسے یکتا کو سینہ سے لگایا ہوا ہے۔ اگر شیعوں میں غیرت ہوتی۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت کا تھوڑا سا بھی پاس ہوتا۔ تو اس مسئلہ پر تھی کو کربلا پہنچا دیتے۔ لیکن اُن پر بھی شاباش۔ کہ انہوں نے اس کی بجائے اِسے "حجۃ الاسلام" کا لقب دے دیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۴

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں بھانت بھانت کے فتوے

اس مسئلہ میں اہل سنت نے خوب قلابازیاں کھائی ہیں۔ آیئے ہم آپ کو ہاتھ باندھنے کے بارے میں گلشن احکام کی سیر کرائیں۔

بحر الزخار الجامع

پہلا حکم تو یہ ہے: وَ وَضْعُ الْيَدِ عَلَى الْيَدِ بَعْدَ التَّكْبِيرِ غَيْرُ مَشْرُوعٍ وَ يُبْطِلُهَا حالت نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا شرع شریعت کے مخالف ہے۔ اور اس فعل سے نماز باطل ہے۔

(بحر الزخار الجامع لمذاہب علماء الامصار جلد اول ص ۲۴۰ مولف احمد بن یحییٰ)

marfat.com

بحر الزخار:

اور دوسرا حکم یہ ہے: یُکْرَہُ وَلَا یَفْسُدُ کہ حالت نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔ لیکن نماز باطل نہیں۔

(بحر الزخار جلد اوّل ص ۲۴۲)

الہدایہ مع الدرایہ:

تیسرا حکم یہ ہے: اِنَّ مِنَ السُّنَّۃِ وَضْعَ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّۃِ سنت ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا جائے ناف کے نیچے۔

(الہدایہ مع الدرایہ کتاب الصلوٰۃ جلد اول ص ۷۰۔ (اینیز در مختار کتاب الصلوٰۃ ص ۲۶)

نووی شرح صحیح مسلم:

چوتھا حکم یہ ہے: کہ نماز میں ہاتھ باندھنا مباح ہے۔ اور آدمی کو اختیار ہے۔ خواہ باندھے یا نہ باندھے۔ وَ رِوَایَۃٌ ثَالِثَۃٌ اَنَّہٗ مُخَیَّرٌ بَیْنَہُمَا وَلَا تَرْجِیْحَ وَبِہَا قَالَ الْاَوْزَاعِیُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ۔ تیسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ باندھنے میں آدمی کو اختیار ہے۔ اور یہی فتویٰ امام اوزاعی اور ابن منذر کا ہے۔

(نووی شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۲۰ باب وضع ید الیمنیٰ)

marfat.com

نووی شرح صحیح مسلم:

پانچواں حکم یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے۔ وَعَنْ مَالِكٍ يُرْسِلُهَا امام مالک ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

۱ (نووی شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۷۳)
۲ (عمدۃ القاری جلد سوم صفحہ ۱۵)
۳ (نیل الاوطار جلد دوم صفحہ ۲۰۸)
۴ (میزان الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۵۰)
۵ (شرح وقایہ جلد اول ص ۸۴)
۶ (ہدایہ مع الدرایہ صفحہ ۱۰۲)
۷ (کنز الدقائق جلد اوّل ص ۲۱)
۸ (رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ص ۳۷)

تمام کتب کی کتاب الصلوۃ ملاحظہ ہو۔

امام مالک کے علاوہ دوسرے علماء بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ وَحَكَى ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَالْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ وَابْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّهُ يُرْسِلُهَا۔ ابن منذر بیان کرتا ہے۔ کہ عبداللہ بن زبیر اور حسن بصری اور ابن سیرین نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔

نیل الاوطار جلد دوم ص ۲۰۸ میں ہے۔ کہ ابراہیم نخعی بھی نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ اور لیث ابن سعد بھی نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ الخ

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۸)

marfat.com

جواب اول:

نجفی نے فقہ حنفی پر اعتراض کرنے کی ٹھانی تھی۔اس سلسلہ میں ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔کہ فقہ حنفی پر ہر اس اعتراض کا جواب انشاء اللہ دیں گے۔جو اسی فقہ کی کسی معتبر کتاب کے حوالہ سے نقل کیا جائے گا۔دوسروں پر اعتراضات کا جواب دینا ہو تو ہم اس کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم نے اس کا لزوم اپنے سر لیا ہے۔مسئلہ زیر بحث کے سلسلہ میں جو تنویر العینین و ہدیۃ المہدی نامی کتابوں کا تذکرہ کیا گیا۔ان کا فقہ حنفی بلکہ ائمہ اربعہ میں سے کسی فقہ سے کوئی تعلق نہیں۔یہ غیر مقلدین کی کتابیں ہیں۔لہٰذا ان کی عبارت فقہ حنفی پر اعتراض کا کام نہیں دے سکتی۔اور نہ ہی ہم پر اس کا جواب دینا لازم ہے۔

جواب دوم:

نماز پڑھتے وقت دونوں ہاتھ کھلے چھوڑ دینے پر نجفی نے زور دیا۔اور اس پر مختلف حضرات کا عمل بھی نقل کیا۔دیکھو نکہ یہ خود اس کی فقہ کے حق میں جاتا تھا بہر حال ہم اس بارے میں دریافت کرتے ہیں۔کہ ہاتھ کھلے چھوڑنا فرض، واجب، سنت یا مستحب کس درجے کا فعل ہے؟ چونکہ یہ طریقہ شیعوں کا ہے۔اس لیے اُن سے ہی جواب لیجئے۔"وسائل الشیعہ" میں ایک باب اسی مسئلہ پر باندھا گیا ہے۔باب کی عبارت یہ ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِرْسَالِ الْیَدَیْنِ عَلَی الْفَخِذَیْنِ۔

(جلد چہارم ص ۷۱۰)

یعنی یہ باب اُن روایات کے ذکر کرنے میں ہے۔جو نماز میں دونوں

marfat.com

ہاتھوں کو رانوں پر کھلا چھوڑ دینے کو مستحب ثابت کرتی ہیں۔ گویا نماز میں کھلے ہاتھ رکھنا فقہ جعفریہ میں مستحب ہے۔ نہ کہ فرض و واجب یا سنت۔ اب مستحب کس درجہ کا عمل ہوتا ہے یہ بھی سُن لیجئے۔ مستحب وُہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب تو ملے۔ لیکن چھوڑنے پر نہ گناہ لازم اور نہ مواخذہ ہو۔ اس تعریف سے معلوم ہوا۔ کہ دورانِ نماز ہاتھ کھلے رکھنا درست ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (بلکہ باندھ کر نماز پڑھتا ہے۔) تو فقہ جعفریہ کے مطابق اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ جب گناہ نہیں۔ تو نجفی کے شور مچانے کا کیا مقصد؟ دوسروں پر اعتراض کرو تو کم از کم ایسے کام سے کرو۔ جو تمہارے نزدیک لازم و واجب ہو۔ اُس کے نہ کرنے پر گناہ لازم آتا ہو۔ اور عذاب و حساب کی احادیث ہوں۔ اگر کسی نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھ لی۔ تو تمہارے نزدیک بھی درست ہو گئی۔ اس پر سیخ پا ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں اگر جوشِ ایمانی تھا۔ تو فرض و واجب کے ترک پر اس کا مظاہرہ کرتے۔ مرد کے لیے ناف سے لے کر رانوں تک کے حصّہ کا ستر فرض ہے۔ لیکن تمہارے مجتہدین نے صرف آلۂ تناسل کو لے لیا۔ اور بقول اُن کے اس پر بھی ہاتھ رکھ دیا جائے یا چونا لگا دیا جائے۔ تو کوئی بے ستری نہیں۔ اس پر تو نجفی صاحب کے کان پر جُوں تک نہ رینگی۔ اور یُوں اس مسئلہ پر چُپ سادھ لی۔ گویا بولنا ہی نہیں آتا۔ "کڑوی تھو تھو۔ اور میٹھی ہپ ہپ" اسے ہی کہتے ہیں۔

جوابِ سوم:

کوئی اس نجفی شیعی سے پوچھے۔ کہ تمہاری کتاب کا نام "حقیقت فقہ حنفیہ ہے اور مسئلے فقہ مالکی اور شافعی وغیرہ کے ذکر کر کے پھر انہیں "سنی فقہ" کا عنوان دے کر فقہ حنفی پر چسپاں کرتے تمہیں شرم نہیں آتی۔ نجفی دراصل اس بے وقوف کی مانند ہے۔ جس کی سوئی گھر میں گم ہو گئی تھی۔ اور ڈھونڈ بازار میں رہا تھا۔ کسی نے پوچھا۔

marfat.com

بھائی کیا ڈھونڈ رہے ہو۔ کہا گم شدہ سوئی تلاش کر رہا ہوں۔ پوچھا کہاں گری تھی۔ کہا گھر میں۔ تو یہاں کیوں تلاش کر رہے ہو۔ کہنے لگا۔ گھر میں اندھیرا ہے۔ اور یہاں روشنی ہے۔ بعینہٖ فقہ حنفی پر اعتراض کرنے کے لیے ان کی کتب سے کچھ نظر نہ آیا۔ تو دوسری فقہ کی باتیں اس پر چسپاں کرنی شروع کر دیں۔ ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ جب فقہ چار ہیں۔ تو ان کے مابین کچھ مسائل مختلف ہونے لازمی ہیں۔ جس طرح شیعہ برادری مختلف طبقات میں بکھری پڑی ہے۔ اُن کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر اگر امام مالک یا امام شافعی کا نقطۂ نظر احناف سے نہیں ملتا۔ تو اس میں کیا قباحت ہے۔ لیکن تعجب بالائے تعجب یہ ہے۔ کہ نجفی نے امام مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ صراحت کی۔ کہ آپ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کا فتوٰے دیا کرتے تھے۔ یہ غلط ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "موطا امام مالک" میں ایک مستقل باب لکھا ہے۔ جس میں ہاتھ باندھنے کی تائید میں احادیث درج فرمائی ہیں۔ ایک دو احادیث ملاحظہ ہوں۔

مؤطا امام مالک:

(۱) اَنَّهٗ قَالَ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فِي الصَّلٰوةِ يَضَعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى۔

(۲) قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى۔

(موطا امام مالک ص ۱۴۲-۱۴۳)

marfat.com

ترجمہ:

امام مالک مسند طریقہ پر بیان فرماتے ہیں۔ کہ نبوت کے کلام میں سے یہ دو باتیں بھی ہیں اجب کوئی بے شرم و بے حیا ہو جائے۔ تو جو مرضی کرتا پھرے۔ اور دورانِ نماز دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا

۲۔ فرمایا۔ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا۔ کہ (نماز میں) اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھیں۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا۔ کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف جو یہ منسوب ہے۔ کہ آپ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی بات کرتے تھے۔ یہ تو اُن کا ایک ایک قول ہے۔ امام مالک کا مذہب وہی ہے۔ جو ہم نے ان کی کتاب "موطا" سے ابھی اوپر بیان کیا ہے۔ اب دوسرے کے بارے میں بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ:

وَ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ يُسَنُّ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلٰوةِ اِلَّا فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ مَالِكٍ وَهِيَ الْمَشْهُوْرَةُ اَنَّهٗ يُرْسِلُ يَدَيْهِ اِرْسَالًا وَ اخْتَلَفُوْا فِيْ مَحَلِّ وَضْعِ الْيَدَيْنِ فَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ تَحْتَ السُّرَّةِ وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ تَحْتَ صَدْرِهٖ فَوْقَ سُرَّتِهٖ وَعَنْ اَحْمَدَ رِوَايَتَانِ اَشْهَرُهُمَا. وَهِيَ الَّتِيْ اخْتَارَهَا الْخِرَقِيُّ كَمَذْهَبِ

marfat.com

أَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

(رحمة الامه جلد اول ص ۴۲ تصنیف
محمد بن عبد الرحمٰن دمشقی
شافعی مطبوعہ مصر طبع قدیم۔)

ترجمہ:

فقہاء کرام نے اس بات پر اجماع فرمایا ہے۔ کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا سنت ہے۔ صرف امام مالک سے ایک روایت ہے۔ جو مشہور ہے۔ کہ ہاتھوں کو نماز میں کھلا چھوڑے رکھے۔ پھر فقہاء کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ہاتھ کہاں باندھنے چاہیں۔ امام ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے امام مالک اور شافعی سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر کہتے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں ہیں۔ جن میں سے مشہور یہ ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی طرح باندھے جائیں۔

جواب چہارم:

سینہ پر دوران نماز ہاتھ باندھنا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ ایک آیت کریمہ کی تفسیر میں آپ نے فرمایا۔

تفسیر مجمع البیان

عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ مَعْنَاهُ (يعنى فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) ضَعْ يَدَكَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى

حِذَاءَ النَّحْرِ فِي الصَّلٰوةِ۔

(مجمع البیان جلد پنجم جز ۱۰
ص ۵۵۰ مطبوعہ طہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آیت کریمہ "فصل لربك و انحر" کا معنی یہ ہے۔ کہ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھو۔ اِس طرح کہ سینہ کے برابر ہو۔

نجفی شیعی نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی روایات کو "بھانت بھانت کی بولی" کہا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی اوپر والی روایت کے متعلق کیا خیال ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ نجفی نے صرف سنی فقہ یا فقہائے اہل سنت کا ہی مذاق نہیں اڑایا۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی معاف نہیں کیا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول آیت کی تفسیر میں خیانت کی گئی۔ وہ اس طرح کہ اس کی تردید بھی اُسی تفسیر میں موجود ہے۔ فَمِمَّا لَا يَصِحُّ عَنْهُ لِاَنَّ جَمِيْعَ عِتْرَتِهِ الطَّاهِرَةِ قَدْ رَوَاهُ عَنْهُ بِذَالِكَ۔

یعنی آیت کی تفسیر میں حضرت علی کا فرمانا کہ "دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھو" درست نہیں۔ کیونکہ آپ کی تمام اولاد نے آپ سے وہی (ہاتھ کھلے چھوڑنے۔) روایت کیا ہے۔ لہٰذا خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر کے افراد اس کی

marfat.com

مخالفت کرتے ہیں۔ تو یہ تفسیر کیسے مقبول ہو سکتی ہے۔

مجمع البیان کے مصنف نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر پر جو جرح کی ہے۔ وہ قطعاً قابل قبول نہیں۔ کیونکہ خود حضرات ائمہ اہل بیت کا فرمان ہے کہ ہماری روایات واحادیث میں خود ہمارے شیعوں نے بہت کچھ رد و بدل کر دیا ہے لہٰذا ہماری کسی روایت اور حدیث کو پرکھ لیا کرو کہ اگر وہ قرآن کریم اور سنت مشہورہ کے موافق ہو۔ تو درست ہیں ورنہ ناقابل عمل ہیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو رجال کشی ص ۱۹۵ جرح قبول نہ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کتب اہل سنت میں حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر موجود ہے۔

نیل الاوطار:

تَفْسِيْرُ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) بِاَنَّ النَّحْرَ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ فِيْ مَحَلِّ النَّحْرِ وَالصَّدْرِ۔

(نیل الاوطار جلد دوم ص ۲۴)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فصل لربك وانحر کا یہ معنی کیا ہے۔ کہ نماز پڑھتے ہوئے دایاں ہاتھ بائیں پر سینہ اور نحر کی جگہ پر رکھو۔ تیسری دلیل مجمع البیان کی جرح کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ بحوالہ کتب شیعہ پانچوں نمازیں با جماعت مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے (سلیم بن قیس عامری ص ۲۵۳) اور یہ بھی موجود ہے۔ کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

marfat.com

کی اقتداء میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ (تفسیر قمی، سورۃ الروم ص ۵۰۳) اب ان باتوں کے پیش نظر کوئی شیعہ ایک آدھ حوالہ ایسا دکھا دے۔ جس میں یہ صراحت ہو۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے یہ نمازیں ہاتھ کھلے رکھ کر ادا فرمائیں۔ تو ہم حوالہ پر منہ مانگا انعام دیں گے۔ چونکہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور ہم مسجد نبوی میں صدیق اکبر کی اقتداء میں ان کا پانچوں نمازیں ادا کرنا کوئی مخفی بات نہیں۔ کہ ایک آدھ آدمی نے دیکھا ہو۔ بلکہ ایک عمومی فعل ہے۔ اس لیے اس فعل کی مناسبت سے ثبوت بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ دورِ صحابہ کرام میں شاید ڈھونڈے سے بھی کوئی ایسا مسلمان ملے۔ جو نماز با جماعت ادا نہ کرتا ہو۔ لہٰذا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھنے والوں کی بہت بڑی تعداد ہوگی۔ اتنی بڑی تعداد سے پانچ دس آدمیوں کی روایت نہیں ملتی۔ تو صاف بات ہے۔ کہ آپ بھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے رہے تو اس کی شہادت دینے کے لیے جم غفیر ہونا چاہیے۔ بلکہ ہم اور رعایت دیتے ہیں کہ چلو کثیر تعداد سے ایسی روایت نہ سہی کوئی خبر واحد ہی پیش کر دو۔ جو سند صحیح اور متصل ہو۔ اور اگر کوئی ایک روایت نہیں ملتی۔ تو صاف بات ہے۔ کہ آپ بھی دوسرے صحابہ کرام کی طرح ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے رہے۔ ہاتھ باندھ کر صحابہ کرام کا نماز پڑھنا مسند مرفوع اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف:

وائل بن حجر اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَیْہِ حِیْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ وَصَفَ ھَمَّامٌ حِیَالَ اُذُنَیْہِ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِہٖ ثُمَّ وَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی

marfat.com

عَلَى الْيُسْرٰى۔

(۱۔ مسلم شریف جلد اوّل ص ۱۷۳ باب وضع
يد اليمنى على اليسرٰى)
(۲۔ مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الصلوٰۃ
ص ۷۶)

ترجمہ:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور پھر آپ نے کپڑے سے التحاف کیا۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا۔

بخاری شریف

عن سہل بن سعد قَالَ كَانَ نَاسٌ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ وَقَالَ اَبُوْحَازِمٍ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا يَنْمِىْ ذَالِكَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(بخاری شریف جلد اوّل ص ۱۰۲
باب وضع اليد الخ)

ترجمہ:

حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں۔ کہ لوگوں کو حکم تھا۔ کہ نماز میں مرد لوگ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھیں۔ اور راوی ابو حازم کہتے ہیں۔ مجھے یہی علم ہے۔

marfat.com

کہ یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب کرتے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث مرفوع ہے۔

ان دونوں کتابوں کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی یہی حکم دیا کرتے تھے۔ اگر یہی صورت تھی۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سنتِ نبوی اور حکم رسول کی مخالفت کرتے ہوئے ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھتے ہوں۔ مختصر یہ کہ ہم نے کتب شیعہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت کر دیا ہے۔ اور اس کی دلیل بھی ذکر کر دی۔ اور یہ بھی کہ شیعوں کے پاس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہاتھ کھلے رکھ کر نماز پڑھنے کی کوئی ایک حدیث مسند، مرفوع اور صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والوں کو اعتراض و الزام کا نشانہ بنانا بالکل غلط ہے۔ کتب اہل سنت و کتب اہل تشیع سب میں موجود ہے۔ کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔ اس متفقہ مسئلہ کی مخالفت میں نجفی شیعی کی کون سنے گا۔ بھانت بھانت کی بولی خود بولتا ہے۔ اور الزام دوسروں پر دھرتا ہے۔

نوٹ:

نجفی نے حقیقت فقہ حنفیہ کے ص ۶۰ تا ۳۰ الا یعنی باتیں ذکر کی ہیں۔ کیونکہ فقہ حنفی کا مسلّم مسئلہ ہے۔ کہ نماز میں ہاتھ زیر ناف باندھنا سنت ہے۔ اگر کوئی شافعی المذہب یا مالکی اس قول کے خلاف کہتا ہے۔ تو اُسے حق ہے۔ کیونکہ ہر ایک امام کو اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ اس نے جرورت بھادہ کہہ دیا۔ ائمہ کا یہ اختلاف "اختلاف امتی رحمۃ" کے ضمن میں آتا ہے نجفی ہیں اگر ہمت ہے تو فقہ حنفی میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں مختلف قول اکھٹے کیونکہ اس کی کتاب کا موضوع بھی یہی ہے۔ لہٰذا ہم نے ان تین صفحات کے اندراجات کو اس قابل نہیں سمجھا۔ کہ ان کے جوابات دیے جائیں۔ ہاں ایک بات ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ان صفحات میں نجفی نے "عمدۃ القاری" کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ اور لکھا ہے

maktabah.org

کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کا یہ فائدہ ہے۔ کہ ایک تو یہ ستر کے قریب ہے۔ دوسرا تہبند کھلنے سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر یہ از روئے مذاق کہا گیا۔ تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ مذہب شیعہ میں عورت کے لیے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ موجود ہے۔ کیا اس کو اس لیے روا رکھا گیا۔ کہ اس طرح اس کی چھاتی چھپ جاتی ہے۔ اس کے پستانوں کا پردہ ہو جاتا ہے اور دل کی دھڑکن کم زیادہ ہونے کی کیفیت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر احناف کے ہاتھ زیر ناف باندھنے سے مذاق کرنا کون سی شرافت ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۵

حقیقت فقہ حنفیہ:

فقہ حنفی میں امام مسجد کی شان

اہل سنت والجماعت کی معتبر کتاب الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ۔ ثُمَّ الْاَکْبَرُ رَاْسًا وَالْاَصْغَرُ عُضْوًا۔
حنفی فقہ میں یہ قانون ہے۔ کہ جب ایک مسجد میں جماعت کرانے کی خاطر دو امام موجود ہوں۔ تو زیادہ حق کس کا ہے۔ تو اس کی پہچان کے چند طریقے ہیں۔

۱۔ جس کے پاس مال زیادہ ہو۔ وہ جماعت کرانے کا دوسرے سے زیادہ حقدار ہے۔
۲۔ جس کی شان وشوکت زیادہ ہو۔
۳۔ یا پھر جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو۔
۴۔ یا پھر جس کا سر بڑا اور عضو تناسل چھوٹا ہو۔

نوٹ:

بڑے بڑے اور فقہ نعمان (رح) شعر وہ ہے جو فتو لو ہار کہتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔

marfat.com

دھولی داڑھی تے آٹا خراب کتنا بے شرم ہے وہ مفتی کہ جس نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ کہ دونوں کا آلۂ تناسل ناپ لو مشکل تو یہ ہے کہ ناپے گا کون کیا اس مفتی کی بیوی یہ خدمتِ دین سرانجام دے گی۔ یا خود نمازی ہی کو چاہیئے۔ کہ وہ جیب میں ہر وقت ایک پیمانہ رکھے تاکہ ضرورت کے وقت مشکل پیش نہ آئے۔ اور یا وہ دونوں امام ہی ایمانداری سے بتادیں۔ کہ کس کا بڑا ہے اور کس کا چھوٹا ہے۔ یہ فلسفہ کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر بالفرض امام مسجد کا آلۂ تناسل بڑا بھی ہو۔ تو اس سے نمازیوں کو کیا خطرہ ہے۔ بڑا آلۂ تناسل نماز باجماعت یا نماز کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہیں بن جاتا۔ پس جس طرح اُٹھ دے مونہہ وچوں لانٹراں دی بُو آوے اسی طرح فقہ حنفی سے بھی بے شرمی اور بے حیائی کی بُو آتی ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۴)

جواب:

نجفی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق یہاں بھی "آلۂ تناسل" کی بحث چھیڑ دی۔ جیسا کہ بحثِ استبراء میں کیا تھا مطلب یہ ہے۔ کہ اس کو عضو سے پیار ورغبت ہے۔ کبھی اس کی پیمائش کا حساب بتلا رہا ہے۔ کہیں اس کے بڑا ہونے کو گھوڑے کے عضو خاص سے تشبیہ دے رہا ہے۔ ردالمختار میں سے جو عبارت اس مقصد کے لیے اس نے پیش کی۔ اُس کا از خود مطلب "آلۂ تناسل" نکالا ہے۔ ورنہ اسی جیسے جن لوگوں نے اس سے مراد یہی عضو لیا تھا۔ صاحب ردالمحتار نے ان کا رد کیا ہے۔ پہلے ردالمحتار کی اصل عبارت دیکھیں۔

ردالمحتار

ثُمَّ الْاَکْبَرُ رَأْسًا الخ لَا نَّہٗ یَدُلُّ عَلٰی

marfat.com

كِبَرِ الْعَقْلِ يَعْنِىْ مَعَ مُنَاسَبَاتِ الْاَعْضَاءِ لَهٗ وَاِلَّا فَلَوْ فَحُشَ الرَّأْسُ كِبَرًا وَ الْاَعْضَاءُ صِغَرًا كَانَ دَلَالَةً عَلٰى اِخْتِلَالِ تَرْكِيْبِ مِزَاجِهِ الْمُسْتَلْزِمِ لِعَدَمِ اِعْتِدَالِ عَقْلِهٖ وَفِىْ حَاشِيَةِ اَبِى الْمَسْعُوْدِ وَقَدْ نُقِلَ عَنْ بَعْضِهِمْ فِىْ هٰذَا الْمَقَامِ مَالَا يَلِيْقُ اَنْ يُذْكَرَ فَضْلًا عَنْ اَنْ يُكْتَبَ وَكَاَنَّهٗ يُشِيْرُ اِلٰى مَاقِيْلَ اِنَّ الْمُرَادَ بِالْعُضْوِ الذَّكَرُ۔

(ردالمحتار جلد اوّل ص ۵۵۸ مطبوعہ

مصر طبع جدید)

ترجمہ:

ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا یعنی پھر اس شخص کو امام بنایا جائے۔ جس کا سر بڑا ہو۔ اور عضو (بقیہ) چھوٹے ہیں۔ بڑے سر والے کو امام بنانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ سر بڑا ہونا دراصل عقل کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ سر کے بڑے ہونے کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا۔ کہ اس کی بڑائی بقیہ اعضاء کے مناسبت سے ہو۔ اگر صرف سر کا بڑا ہونا ہی معتبر ہو۔ تو پھر بہت بڑا سر اور بقیہ اعضاء چھوٹے ہونے کی صورت میں یہ حالت اس امر پر دلالت کرے گی۔ کہ اس بڑے سر والے شخص کی ترکیب مزاجی میں بگاڑ ہے۔ اور مزاج کا بگاڑ عقل کی خفت اور کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ ابو المسعود کے حاشیہ میں ہے۔ اور بعض سے اس مقام پر کچھ ایسی باتیں منقول ہیں۔ جو قابل تذکرہ نہیں چہ جائیکہ ان کو تحریر میں لایا

marfat.com

جائے۔ یہ کہہ کر گویا اُس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو کسی نے "عضو" سے مراد آلۂ تناسل لیا تھا۔

ردالمحتار کے اس حوالہ سے بات معلوم ہو گئی۔ کہ "اصغر عضوا" سے مراد وہ نہیں جو نجفی اور اس کے ہم نوا لیتے ہیں۔ لہٰذا نجفی کا یہ کہنا کہ ردالمحتار میں ایسا امام بنانے کی بات ہے۔ جس کا آلۂ تناسل چھوٹا ہو۔ بالکل غلط اور بہتان ہے۔ صاحبِ ردالمحتار نے اس قول کی تردید کی ہے اور نجفی شیعی نے اسی پر حاشیہ آرائی کی ہے کبھی پیمانہ بنا دیا۔ کبھی بیوی سے پیمائش کروائی۔ اور کہیں خود بتانے کو کہا۔ کس قدر پیار ہے اس عضو سے اسے ہی نہیں بلکہ اس کے بڑوں کو بھی اس سے قلبی لگاؤ تھا۔ حتیٰ کہ نماز ایسی عبادت میں بھی اس نے لاتعلقی گوارا نہ کی۔ اور اس سے پیار و محبت اور چھیڑ چھاڑ کی اجازت ان کے امام نے دے دی۔ ہم نجفی کی طرح جھوٹ نہیں بولتے۔ ان کی کتاب سے کہہ رہے ہیں۔ آپ بھی دیکھ لیں۔

وسائل الشیعہ:

عن معاویة بن عمار قال سألت ابا عبد الله علیه السلام عن الرجل یعبث بذکره فی الصلوٰة المکتوبة فقال لا بأس

(وسائل الشیعہ جلد چہارم ص ۱۲۷۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

معاویہ بن عمار کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ جو فرضی نماز میں

marfat.com

اپنے آلہِ تناسل سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ دکیا اس کی نماز میں کوئی کراہت وغیرہ ہے یا نہیں؟)
امام صاحب نے فرمایا۔ (مزے لو) کوئی حرج نہیں۔

ہم اسی لیے کہتے ہیں۔ کہ اس سے پیار کنجی وغیرہ کو دریم میں ملا ہے۔ اگر مزید تسلی کرنا ہو تو وسائل الشیعہ کے ابواب عدم بطلان الصلوۃ بمس الفرج من الرجل ولا من المرأۃ،، میں درج روایات کو دیکھ لیں۔ گستاخان صحابہ کی نمازوں کے یہی حال ہوکرتے ہیں، انہیں خشوع وخضوع کے قریب نہیں آنے دیا جاتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز کا یہ عالم کہ انہیں دورانِ نماز اپنی ذات بھی یاد نہ ہوتی تھی جسم میں لگا ہوا تیر نکال لیا گیا لیکن انہیں خبر تک نہ ہوئی اور یہاں کے نام نہاد محب اور ان کے فدائی شیعہ دوران نماز اگر ان کے آگے سے عورت گزرے۔ تو اُسے نہیں چھوڑتے۔ خود ان کی زبانی سنیئے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ مَسْمِعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ أَكُونُ أُصَلِّي فَتَمُرُّ بِي الْجَارِيَةُ فَرُبَّمَا ضَمَمْتُهَا إِلَيَّ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد چہارم ص ۱۲۷۳
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مسمع کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوالحسن سے پوچھا۔ کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور ایک چھوکری میرے پاس سے گزرتی ہے۔ تو کبھی یوں ہوتا ہے۔ کہ میں دورانِ نماز اس کو چھاتی سے لگا لیتا ہوں۔ (اس بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا کوئی حرج نہیں۔

marfat.com

صاحب ردالمحتار نے یا علمائے احناف نے جو امامت کے لیے شرائط اولویت لکھی ہیں۔ اُن کا مقصد نماز میں اطمینان قلب کا حاصل کرنا ہے۔ نہ کہ نجفی کی ذہنیت۔ اسی ضمن میں ایک ارشاد یہ ہے۔ کہ جس کی بیوی خوبصورت ہو۔ وہ مقدم ہے۔ نجفی نے اس کا مذاق اڑایا۔ اور لکھا۔ کہ امام کو امامت کرانے سے پہلے نمازیوں کو اپنی بیوی دکھانی چاہیئے الخ یہ نجفی کی ذہنیت ہے۔ ورنہ صاحب ردالمحتار نے اس کی جو وضاحت کی۔ وہ یہ ہے کہ جب عوام کو امام کے ذوی الاعلم اور مستورات خانہ سے کسی طرح یہ معلوم ہو۔ کہ فلاں آدمی کی بیوی دوسرے سے اچھی اور خوبصورت ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اُس امام کی توجہ کسی عورت کی طرف نہ ہوگی۔ لہٰذا یکسوئی اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرنے کے زیادہ مواقع ہوں گے۔ صاحب ردالمحتار کے یہ الفاظ یہ ہیں۔

لِاَنَّہٗ یَکُوْنُ غَالِبًا اَحَبَّ لَھَا وَاَعَفَّ لِعَدْمِ تَعَلُّقِہٖ لِغَیْرِھَا۔

ترجمہ:

یعنی خوبصورت ہونے کی وجہ سے امام اپنی بیوی سے ہی محبت کرے گا۔ اور اس کو چھوڑ کر غیر سے تعلق نہیں رکھے گا۔

مختصر یہ کہ حضرات علمائے احناف نے نماز میں خشوع وخضوع کی ہر ممکن صورت بہم پہنچانے کے طریقے بتلائے۔ لیکن نجفی شیعی کو نماز میں یہ پسند نہیں۔ اس لیے نہ اُسے اپنے ائمہ کے اقوال کی پرواہ ہے۔ اور نہ حق کی پہچان۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعتیں نکالیں

حقیقت فقہ حنفیہ میں نجفی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کو بھی ہدف تنقید بنایا۔ تنقید کے لیے یہ واقعہ پیش نظر رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ اور جب لوگوں کو نماز باجماعت پڑھتے دیکھا تو کہا۔ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ۔ یہ بدعت بہت اچھی ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام میں بدعتیں نکالیں۔ ص ۱۰۴، ۱۰۵

جواب:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اسلام میں بدعتیں ایجاد کرنے والا کہنا اور پھر اس کی تائید میں درج بالا واقعہ پیش کرنا جہالت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ کیونکہ اس سے نجفی نے قارئین کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ کہ "بدعت" ہر بُری رسم کا نام ہے لیکن وُہ اس سے بے خبر یا متجاہل ہے۔ کہ شیعہ سنی دونوں کے ہاں "بدعت" کی دو اقسام ہیں۔ ایک حسنہ اور دوسری سیئہ۔ بدعت حسنہ وہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد تو ہو۔ لیکن قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو۔ بلکہ اس کا کوئی اصل کتاب و سنت

marfat.com

میں پایا جاتا ہو۔ اور بدعتِ حسنہ کے بارے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔ جس نے بھی اسلام میں کوئی اچھا نیا طریقہ نکالا۔ تو اس کو اس کے شروع کرنے کا ثواب اور ان تمام لوگوں کا مجموعی ثواب ملے گا۔ جو اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس "بدعتِ حسنہ" کو دورِ عثمانی میں جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور مسجدوں کو نمازیوں سے بھرا ہوا پایا۔ تو فرمایا۔

شرح ابن حدید:

وَقَدْ رَوَى الرُّوَاةُ اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ لَيْلًا فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِیْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ فَرَاَى الْمَصَابِيْحَ فِی الْمَسَاجِدِ وَالْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ التَّرَاوِيْحَ فَقَالَ نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا۔

(شرح ابن حدید جلد سوم ص ۱۸۰
مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کی ایک رات گھر سے باہر تشریف لائے۔ یہ خلافتِ عثمانی کی بات ہے۔ آپ نے مسجدوں میں چراغ روشن دیکھے۔ اور

marfat.com

مسلمانوں کو باجماعت نماز تراویح پڑھتے دیکھا۔ تو دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! عمر بن الخطاب کی قبر کو روشن کر دے۔ جس طرح انہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے اس بدعت کو دیکھ کر دعا کی۔ کیا آپ نے اسے وہی بدعت سمجھا۔ جو نجفی نے قارئین کو بتلانے کی کوشش کی۔ صاف بات ہے۔ کہ اگر یہ بدعت بری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے بانی کے حق میں دعا کی بجائے بددعا کرتے۔ جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ بدعت حسنہ ایک اعتبار سے "سنت" ہی ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اسے حضرات ائمہ اہل بیت نے بھی اپنایا۔ حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں لگاتار نماز تراویح باجماعت ادا نہیں فرمائی۔ اگر نجفی کے نظریہ کے تحت تراویح باجماعت "بدعت سیئہ" ہے۔ تو اس بدعت سے ائمہ اہل بیت بھی محفوظ نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَسْأَلُهُ عَنْ صَلوٰةِ نَوَافِلِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَعَنِ الزِّيَادَةِ فِيهَا فَكَتَبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَيْهِ كِتَابًا قَرَأْتُهُ بِخَطِّهِ صَلِّ فِي أَوَّلِ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي عِشْرِينَ لَيْلَةً عِشْرِينَ رَكْعَةً وَصَلِّ مِنْهَا مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعَتَمَةِ ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَفِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ

marfat.com

بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعَتَمَةِ وَ اِثْنَتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بَعْدَ الْعَتَمَةِ

(وسائل الشیعہ جلد پنجم صفحہ ۱۸۳
کتاب الصلوۃ ابواب نافلہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسن بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو لکھ کر پوچھا۔ کہ رمضان شریف میں نفلی نماز کتنی پڑھنی چاہیئے اور اس میں کیا کچھ زیادہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے اُسے ایک جواب تحریر فرمایا۔ میں نے وہ بعینہٖ خط خود پڑھا۔ لکھا تھا۔ رمضان شریف کے شروع کی بیس راتوں میں۔ بیس رکعت نماز اس طرح پڑھو۔ کہ مغرب اور عشاء کے درمیان آٹھ رکعت اور عشاء کے بعد بارہ رکعت۔ اور رمضان شریف کے آخری دس دنوں کی راتوں میں مغرب اور عشاء کے درمیان آٹھ رکعت اور بائیس رکعت بعد عشاء پڑھا کرو۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ نماز تراویح با جماعت اور رمضان شریف میں لگاتار پڑھنا صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایجاد نہ تھی۔ یا یہ بدعت سیئہ نہ تھی۔ ورنہ حضرات ائمہ اہل بیت اس کو ہرگز نہ اپناتے اسلام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اگر بدعتیں ایجاد کیں۔ تو انہی بدعتوں کا ارتکاب اہل بیت کرام کے اماموں نے بھی کیا۔ لہٰذا دونوں ایک جیسے سلوک کے مستحق ہیں۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ملعون ٹھہرے

marfat.com

تو ائمہ اہل بیت کیوں نہیں۔ اور اگر ائمہ اہل بیت ثواب کے مستحق ہیں۔ تو حضرت فاروق اعظم محروم کیوں؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۷

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں نمازی کے مصلیٰ کی شان

حنفی فقہ میں ہے۔ اگر کتے کی کھال رنگی ہوئی ہو۔ تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ کید ۱۰۳ ص ۹۴)

نوٹ:

کچھ ٹھہر کے داڑھی پٹی۔ نعمان صاحب نے تو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کا خانہ خراب ہی کر دیا ہے۔ بقول حنفیوں کے اگر کتے کی کھال رنگنے سے پاک ہے۔ تو پھر پاکستان چونکہ ایک غریب ملک ہے اور اسے زرمبادلہ کی بہت ضرورت ہے۔ لہذا حنفی مدارس کے کارکن اپنے ملک کی خدمت کریں۔ اور کتے کی کھالیں بھی رنگ کر دوسرے ممالک کو سپلائی کریں۔ اس مبارک کاروبار میں انشاء اللہ مولانے امیر و کبیر ہو جائیں گے۔ کتا نجس ہے۔ اور اس کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ جب حنفی کتے کی کھال کے مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے۔ تو ڈبل معراج ہو جائے گی۔ اور یہ نماز قیامت کے دن پہلے پہل ہی قبول ہو گی۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۵، ۱۰۶)

marfat.com

جواب:

جواب سے پہلے ایک وضاحت سن لیں۔ اہل سنت کے نزدیک جانوروں میں سے نجس العین صرف سور ہے۔ اس کی کوئی چیز بھی پاک نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ کتا نجس ہے لیکن نجس العین نہیں ہے۔ اور قاعدہ دراصل ہمارے ہاں یہ ہے کہ نجس العین کو چھوڑ کر باقی ہر جانور کی کھال دباغت (رنگنے) سے پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود کہ دباغت کے ذریعہ کتے کی کھال بھی نجس نہ رہی۔ اس پر نماز ادا کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا۔ نجفی نے اس مسئلہ کو بھی مذاق کا رنگ دیا۔ اور پنجابی کہاوت سے اسے اور رنگ چڑھانے کی کوشش کی حنفیوں نے کتے کی کھال کو دباغت کے بعد پاک کیا۔ ذرا اپنے گھر کی خبر بھی ہے۔ تمہارے امام تو سور کے بالوں کی رسی بٹ کر اور اس کی کھال کا ڈول بنا کر تمہیں پانی پلا چکے ہیں۔ اگر وہ کھڑ بہہ کے داڑھی پٹی" ہم پر لاگو ہے۔ تو آپ کے اس الزام کی روشنی میں آپ کے امام تو داڑھی سے بالکل محروم ہو جائیں گے۔ حوالہ سنیئے۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ...... وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُسْتَقَى الْمَاءُ بِحَبْلٍ اتُّخِذَ مِنْ شَعْرِ الْخِنْزِيرِ .... وَسُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جِلْدِ الْخِنْزِيرِ يُجْعَلُ دَلْوًا يُسْتَقَى بِهِ الْمَاءُ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۹ فی المیاہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص خنزیر کے بالوں سے بٹی ہوئی رسی کے ساتھ پانی پلاتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام موصوف سے ہی پوچھا گیا۔ کہ اگر کوئی شخص خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر اُس سے پانی نکال کر پیتا ہے۔ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

نجفی صاحب! امام صادق نے تمہارے لیے کیسا ڈول اور کیسی رسی (لجو) تیار کی۔ امام کو بھی معلوم تھا۔ کہ یہ لوگ اسی کے قابل ہیں۔ جس منہ سے حضرات صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے بارے میں نازیبا الفاظ نکلیں۔ اس میں خنزیر کے ڈول کا پانی ہی جانا بہتر ہے۔ ہماری مانیئے۔ آج سے علی الاعلان عہد کیجیے۔ کہ ہم اپنی ہر شادی کرنے والی عورت کے جہیز میں یہ "قیمتی" اور "بے مثال" تحفہ دیں گے۔ آخر اس جواز کی عملی صورت تم نہیں کرو گے تو اور کون "ملاڈلا" کرے گا۔

قارئین کرام! علاوہ ازیں گزشتہ اوراق میں آپ یہ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے مذہب میں کتا اور سور مرنے اور مارنے سے پہلے دونوں پاک وطاہر ہوتے ہیں۔

المبسوط:

قَالَ اِنَّمَا یُنَجِّسُ الْخِنْزِیْرُ وَ الْکَلْبُ بِالْقَتْلِ وَالْمَوْتِ۔ (المبسوط جلد ۶ ص ۲۰۹)

marfat.com

اب یہ معمہ نجفی ہی حل کرے گا۔ کہ خنزیر جب تک زندہ ہے۔ وہ پاک ہے۔
اور جب مر جائے تو بروایت مبسوط نجس ہوگیا۔ اب امام جعفر صادق نے خنزیر کی کھال کا ڈول اور اس کے بالوں کی رسی سے پانی پینے کی اجازت دی۔ یہ سور کی زندگی میں تو ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کی کھال اتار دی جائے۔ اور پھر وہ زندہ رہے۔ ناممکن ہے تو مرے ہوئے کی کھال کوئی حجۃ الاسلام اور مجتہد وغیرہ اتارے گا۔ اب وہ کھال کیسے پاک ہو گئی۔ اور اس میں پڑا ہوا پانی پاک وطاہر کیونکر ہوگیا؟ اس کا حل یا تو یہ ہے۔ کہ خنزیر جس طرح زندگی میں ان کے نزدیک پاک تھا۔ مرنے کے بعد بھی ویسا ہی پاک ہے۔ تو اس کی کھال کے ڈول میں پانی پئیں۔ اُسے مصلیٰ بنائیں۔ کیا حرج ہے۔ اور یا یہ حل کہ مرنے کے بعد جس طرح نجس ہوگیا۔ اسی طرح زندگی میں بھی تھا۔ لیکن امام کے قول کو ٹھکرانا پڑے گا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۸

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنی فقہ میں روزہ کی شان

مشکوٰۃ شریف:

سُنی فقہ میں ہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمُصُّ لِسَانَ عَائِشَۃَ فِی الصَّوْمِ۔

(مشکوٰۃ شریف باب تنزیہ الصوم
جلد اوّل ص ۱۴۸)

ترجمہ:

کہ رسول کریم حالتِ روزہ میں بی بی عائشہ کی زبان چوستے تھے۔

نوٹ:

سُنی فقہ نے بے چارے اسلام پر کیا بھر لو پھیرا ہے. فتاوٰی قاضی خان کتاب الصوم میں ہے۔ کہ امام اعظم کا فتوٰی ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بغیر ضرورت کے یا کسی اور خاص مجبوری کے منہ میں پانی نہ ڈالا جائے۔ لیکن دین کے بادشاہ نے فقہ نعمان کو اپنی محبوبہ بیوی پر قربان کر دیا۔ اور روزہ کی حالت میں اپنی پیاری بیوی

marfat.com

عائشہ کی زبان چوستا رہا۔ اگر فقہ حنفی درست ہوتی۔ تو نبی کریم ہرگز بی بی عائشہ کی تھوک روزہ کی حالت میں اپنے منہ میں نہ لیتے۔

جواب:

اس اعتراض کو ہم کس پہلو سے دیکھیں عجیب ہرزہ سرائی اور بکواس ہے شروع اعتراض میں ایک حدیث ذکر کی گئی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بحالتِ روزہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان چوسنے کا ذکر ہے۔ کیا نجفی کو اس واقعہ پر اعتراض ہے؟ یا اس واقعہ سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ اسے پسند نہیں مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کی زبان چوسنا جائز ہے۔ اگر واقعہ پر اعتراض ہے۔ تو اس کا ثبوت سنداً اور اس کے رجال سے دیا جاتا ہے۔ لیکن نجفی نے نہ اس کی سند پر اعتراض کیا۔ اور نہ اس کے راویوں میں سے کسی پر جرح کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل واقعہ پر اعتراض نہیں۔ بلکہ اس سے ثابت مسئلہ پر اعتراض ہے۔ ہم انشاء اللہ یہی مسئلہ کتب شیعہ سے بھی دکھائیں گے۔ اور اگر اعتراض کے "نوٹ" والی عبارت کو دیکھیں۔ تو اس فتاویٰ قاضی خان سے ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے جو یہ ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بغیر ضرورت و مجبوری منہ میں پانی نہیں ڈالنا چاہیے کیا یہ مسئلہ نجفی کو اچھا نہیں لگا؟ شاید اس کا خیال ہو۔ کہ یہ مسئلہ فقہ حنفی کا ہے۔ اس لیے پسند نہیں۔ لیکن یہ ناپسند بلا دلیل ہے۔ اور اگر مطلب یہ ہے۔ کہ مسئلہ غلط ہے درست مسئلہ یہ ہے۔ کہ روزہ دار بغیر ضرورت کے اور مجبوری کے بھی منہ میں پانی ڈال سکتا ہے۔ لیکن اس نے اس کی وضاحت کی نہیں۔

"نوٹ" کے آخری حصہ پر نظر ڈالیں۔ تو عجیب منطق بکھری نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ دین کے بادشاہ نے فقہ نعمان ... کو قربان کر دیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

ابوحنیفہ کا مسئلہ نہیں مانا۔ ابوحنیفہ یہ کہتے رہے۔ کہ بغیر ضرورت منہ میں پانی مت ڈالو۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقہ نعمان کو تسلیم نہ کیا۔ گویا نجفی شیعی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امتی اور ابوحنیفہ کو پیغمبر بنا کر حضور کو ابوحنیفہ کا مسئلہ نہ ماننے والا قرار دیا۔ ہزار بار لعنت لاکھوں مرتبہ پھٹکار اس منطق پر۔ کوئی کافر سے کافر بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔

اور آخری بات یہ کہ فقہ حنفی کا مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہے حنفی فقہ ضرورت اور مجبوری کے بغیر منہ میں پانی ڈالنے کی اجازت نہیں دیتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا ضرورت اور بغیر مجبوری کے عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان چوس رہے ہیں۔ یعنی آپ کے منہ میں پانی ڈالنا اور زبان چوسنا ایک ہی بات ہے۔ فقہ حنفی اگر یہ کہتی کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کی زبان چوسنا روزہ کو فاسد کر دیتا ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف اس کی تردید کے لیے پیش کرنا مفید ہوتا۔ یا فقہ حنفی نے پانی منہ میں ڈالنا ناپسند کیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا ضرورت اور بغیر مجبوری پانی منہ میں ڈالنا ثابت ہوتا تو پھر سنی فقہ مورد الزام ہوتی۔

ہاں اگر چہ اہل سنت کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عمل سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ اور نجفی کو اس پر اعتراض ہے۔ تو بموجب عہد ہم تمہاری کتابوں سے اس مسئلہ کا ثبوت دکھائے دیتے ہیں۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ الصَّائِمِ أَلَهُ أَنْ يَمُصَّ لِسَانَ الْمَرْأَةِ أَوْ تَفْعَلَ الْمَرْأَةُ ذَالِكَ؟ قَالَ لَا بَأْسَ.

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۲)۔ (تہذیب الاحکام جلد ۴ ص ۳۲۰)

marfat.com

ترجمہ:

میں نے امام موسےٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ کہ ایک مرد روزہ رکھ کر اپنی بیوی کی زبان چوستا ہو۔ یا عورت اپنے خاوند کے ساتھ ایسے کرے۔ (تو کیا روزہ میں کوئی خرابی آتی ہے ؟) فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ مسئلہ امام موسےٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے ہاتھ آیا۔ لازماً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہی اس کی بنیاد ہے۔ اس لیے نجفی کا اس مسئلہ کو مذاق بنانا قطعاً درست نہیں۔ اس سے ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نکلتی ہے۔ جو کفر ہے۔ اور دوسرا اپنے ائمہ کی بات کا مذاق اڑانا اور وہ بھی کفر سے کم نہیں ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۹

حضرت عمرؓ روزہ کی حالت میں ایک کنیز سے ہم بستری کرتے تھے

حقیقت فقہ حنفیہ

حضرت عمر صاحب روزہ کی حالت میں ایک کنیز سے ہم بستری کرتے تھے۔ (کنز العمال کتاب الصوم جلد ۴ ص ۳۲۴)

نوٹ:

فاروق اعظم زندہ باد سنی بھائیوں کو چاہیے تھا۔ کہ مذکورہ نیکی کے صدقے میں عمر صاحب کو نبی مانتے تو بے چارے شیعہ لوگ اُن کا کیا بگاڑ سکتے۔ بات اصل یہ ہے۔ کہ جب خود نبی کریم بقول سنی فقہ کے روزہ کی حالت میں بیوی کی زبان چوستے تھے۔ تو ان کے مایۂ ناز خلیفہ نے ذرا ایک قدم اور آگے رکھ لیا۔ اور کنیز سے بحالتِ روزہ ہم بستری کر لی۔ تو اس میں آخر حرج ہی کیا ہے۔ اور ایسی باتوں سے حنفیوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۶، ۱۰۷)

جواب:

نجفی شیعی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق "کنز العمال" سے روایت پیش کرنے میں دیرینہ عادت سے مجبور ہو کر فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ "کنز العمال" میں کہیں بھی "لونڈی" کا تذکرہ نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ

marfat.com

نجفی کو کہاں سے لونڈی مل گئی۔ البتہ ایک روایت اور مضمون کی ملتی ہے جس میں رمضان شریف کی سحری کے وقت اپنی بیوی سے جماع کا ذکر ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

کنزالعمال:

عَنْ عُمَرَ قَالَ لَوْ اَدْرَكَنِي النِّدَاءُ وَ اَنَا بَيْنَ رِجْلَيْهَا لَصُمْتُ۔

(کنزالعمال جلد ۸ ص ۶۲۹ مطبوعہ حلب طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اپنی بیوی کے جماع کرنے کے دوران اگر اذان فجر سنائی دے۔ تو میں (فوراً علیحدہ ہو جاؤں اور) روزہ کی نیت کر کے روزہ رکھ لوں۔

قارئین کرام! کنزالعمال میں لونڈی سے دوران روزہ ہم بستری کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اس کے باوجود کہ اپنی طرف سے یہ واقعہ گھڑا۔ اس پر بھی خباثت کا اظہار کیا۔ ایک مومن کا دل اُس سے کانپ اٹھتا ہے۔

"جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقول سنی فقہ کے روزہ کی حالت میں بیوی کی زبان چوستے تھے۔ تو اُن کے ایک ناز خلیفہ نے ذرا ایک قدم ہو آگے رکھ لیا۔ اور کنیز سے بحالت روزہ ہم بستری کر لی"

اس سے قبل ہم نے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ حضرت امام موسیٰ کاظم بھی دوران روزہ بیوی کی زبان چوسنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ اس لیے نجفی نے سنی فقہ کا نام لے کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ اور جس وجہ سے مذاق کیا۔ وہی وجہ امام موسیٰ کاظم کے اندر بھی موجود ہے۔ لہٰذا امام موسیٰ کاظم کا بھی مذاق اڑایا اور

marfat.com

پھر اس مذاق کو اور بڑھا دیا۔ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضور کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تمسخر کا نشانہ بنایا۔ وہ بھی ایک فرضی واقعہ سے فقہ حنفیہ کو بدنام کرنے چلا۔ اور ساتھ ہی فقہ جعفریہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اگر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اُس واقعہ پر اعتراض ہے۔ جو ابھی ہم نے کنز العمال سے ذکر کیا ہے۔ اور فقہ حنفی کو اس کی وجہ سے بدنام کرنا چاہا ہے تو ایسا مسئلہ فقہ جعفریہ میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ

المبسوط:

فَاِنْ طَلَعَ عَلَيْهِ الْفَجْرُ وَهُوَ مُجَامِعٌ وَ لَوْ يَعْلَمْ اَنَّ الْفَجْرَ قَرِيْبٌ فَنَزَعَ فِي الْحَالِ مِنْ غَيْرِ تَلَوُّمٍ صَحَّ صَوْمُهُ۔

(المبسوط فی فقہ الامامیہ جلد اول ص ۲۷۴ کتاب الصوم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے ہوئے اگر صبح صادق ہو جائے اور جماع کرنے والا نہ جانتا ہو کہ صبح قریب ہے۔ پھر اسی وقت علیحدہ ہو جائے۔ مزید وقت صرف نہ کرے۔ تو اس کا روزہ صحیح ہے۔

یہ اس کتاب کا حوالہ ہے۔ جس کا مصنف محقق طوسی مجتہد شیعہ مسلک کی صحاح اربعہ میں سے دو کا مصنف ہے۔ اب نجفی شیعی ہی تبلائے۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اُس فعل اور محقق طوسی کے اس مسئلہ میں کیا فرق ہے۔ اگر اُس مسئلہ کی وجہ سے فقہ حنفی پر اعتراض ہوتا ہے۔ تو پھر اس مسئلہ سے فقہ جعفریہ بھی نہیں بچ سکتی۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ محقق طوسی نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرنے کی اجازت دی ہے اور یہ قرآن و حدیث کی مخالفت ہے۔ اور واضح کفر ہے۔ وغیرہ ذالک۔

marfat.com

اعتراض نمبر ۳۰

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کا ابطال :

حقیقت فقہ حنفیہ : بخاری شریف :

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

(بخاری شریف کتاب الصوم جلد ۱ ص ۲۵۸)

ترجمہ:

بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ حضور پاک روزہ کی حالت میں (اپنی بیویوں کو) چومتے بھی تھے۔ اور دوسرے طریقوں سے لطف اندوز بھی ہوتے تھے۔ اور مباشرت بھی کرتے تھے۔

نوٹ:

بتے بتے بخاری شریف۔ فتاوی قاضی خان کتاب الصوم میں لکھا ہے۔ کہ امام اعظم کا فتوی ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کو گلے لگانا مکروہ ہے۔ اور سعید بن جبیر کا فتوے ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا یا اور کوئی بھی لذت حاصل کرنا اس سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ امام اعظم کے فتوے کی روشنی میں جب نبی کریم اپنی پیاری بیوی عائشہ صاحبہ کو پیار کرتے تھے۔ تو روزہ باطل کر بیٹھتے تھے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۷)

marfat.com

جواب:

ذرا بے وقوفی ملاحظہ ہو۔ کہ امام اعظم کے فتوے کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ باطل کس طرح ہو گیا۔ کوئی نجفی سے پوچھے۔ کہ روزہ کے باطل ہونے کا (صورت مذکورہ میں) قول امام اعظم کا تم نے نقل کیا ہے۔ یا سعید بن جبیر کا۔ بدحواسی کا یہ عالم ہے۔ کہ چند سطریں پیچھے لکھی ہوئی اپنی عبارت بھی یاد نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تم نے یہ ذکر کیا۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کو گلے لگانا وہ مکروہ کہتے ہیں۔ کیا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا "مکروہ" فرمانا ہر صورت ہے۔ یعنی اس صورت میں بھی کہ جب نفس مطمئن ہو اور بوسہ بازی اور گلے ملنے سے مزید خطرہ سے محفوظ ہو۔ اور اس صورت میں بھی کہ یہ خطرات موجود ہوں۔ امام اعظم کا فتوائے دراصل ان خطرات کے پیش نظر ہے۔ اور یہ مسئلہ صرف فقہ حنفی کا ہی نہیں۔ فقہ جعفریہ بھی اسے تسلیم کرتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ سُئِلَ ہَلْ یُبَاشِرُ الصَّائِمُ اَوْ یُقَبِّلُ فِیْ شَہْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْہِ فَلْیَتَنَزَّہْ مِنْ ذَالِکَ اِلَّا اَنْ یَثِقَ اَنْ لَا یَسْبِقَہٗ مَنِیُّہٗ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۰ کتاب الصوم مطبوعہ قم جدید)

(۲۔ لمعہ دمشقیہ جلد دوم ص ۱۳۲ مطبوعہ قم جدید)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا روزہ دار (اپنی بیوی سے) مباشرت کر سکتا ہے۔ اور بوس و کنار کر سکتا ہے۔ جب کہ روزہ بھی رمضان شریف کا ہو۔ تو فرمایا۔ مجھے ایسے شخص سے خوف آتا ہے۔ کہ کہیں وہ روزہ توڑ نہ دے (لہذا) اس کو بچنا چاہیئے۔ ہاں اگر اُسے اپنی ذات پر وثوق ہے۔ کہ اس طرح کرنے سے منی نہیں نکلے گی۔ تو کوئی حرج نہیں۔

"وسائل الشیعہ" میں بعینہ وہی الفاظ اور وہی مسئلہ ہے۔ جو بخاری شریف میں ذکر کیا گیا۔ اگر ایک عام آدمی رمضان شریف کا روزہ رکھ کر اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت اور بوسہ بازی کرتا ہے۔ جبکہ وہ مطمئن ہو۔ تو امام محمد باقر اُسے جائز کہتے ہیں۔ اور جب یہی بات امام بخاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر کرے۔ تو نجفی کے پیٹ میں درد قولنج اٹھ جاتا ہے۔ ایک عام آدمی کے لیے یہ مسئلہ کہاں سے لیا گیا؟ ظالم نے یہ بھی نہ سوچا۔ کہ اصل پر اعتراض کر کے اپنے امام کے مسئلہ پر یقین کیسے رہے گا۔ گویا نجفی کے ذہن میں شاید یہ بات ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) جب ایسا کرتے تھے تو آپ اگلے خطرات سے مطمئن نہ ہوتے تھے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم:

بخاری شریف میں مذکورہ واقعہ سے اخذ کردہ مسئلہ وسائل الشیعہ میں آپ نے ملاحظہ کیا۔ ان دونوں میں مباشرت اور تقبیل کا ذکر ہے۔

لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ پر! ادھر تو ان دونوں باتوں پر اعتراض کیا جا رہا ہے اور ادھر روزہ رکھ کر رنگ رلیاں کرنے پر ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی

(حوالہ ملاحظہ ہو)

marfat.com

وسائل الشیعہ:

قَالَ وَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ هَلْ يَصْلُحُ لَهُ وَ هُوَ صَائِمٌ فِي رَمَضَانَ اَنْ يُقَلِّبَ الْجَارِيَةَ فَيَضْرِبُ عَلَى بَطْنِهَا وَ فَخِذِهَا وَ عَجُزِهَا قَالَ اِنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ بِشَهْوَةٍ فَلَا بَأْسَ بِهٖ وَ اَمَّا بِشَهْوَةٍ فَلَا يَصْلُحُ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۱)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایک شخص نے رمضان شریف کا روزہ رکھا ہوا ہو۔ اور پھر اپنی لونڈی کو اوپر نیچے کرے۔ کبھی آلۂ تناسل اس کے پیٹ پر پھیرے۔ کبھی اس کی ران میں اور کبھی اس کے چوتڑوں میں داخل کرے۔ (تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟) فرمایا۔ اگر یہ سب کچھ شہوت کے بغیر کرتا ہے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن شہوت کے ساتھ درست نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی نے بخاری شریف میں مذکور لفظ "یُبَاشِرُ" کا معنی کیا ہے دوسرے طریقوں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس لفظ کا یہ معنی کر کے بتانا یہ چاہا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (معاذ اللہ) اپنی بیویوں کے بوسہ لینے کے علاوہ لطف اندوزی کے دوسرے طریقے اپنایا کرتے تھے۔

marfat.com

گویا لطف اندوزی کے ایک طریقہ یعنی بوسہ لینے اور دوسرے طریقے اختیار کرنے کے باوجود روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ "لطف اندوزی" کہاں سے آگئی؟ یہی لفظ وسائل شیعہ میں موجود ہے۔ لیکن اس پر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی اعتراض نہ کیا گیا۔ بلکہ دوسری روایت میں جب ایک شیعہ روزہ رکھ کر اپنی بیوی (شیعنی) کے پیٹ پر کبھی ران پر اور کبھی گانڈ میں "حتبر یعنی آلۂ تناسل پھیرتا اور رگڑتا ہے۔ تو نفی اطمینان سے بیٹھ جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی، آپ کی ازواج سے دشمنی اور آپ کے اصحاب سے دشمنی۔ بھلا اس کے بعد بھی "مومن" ہونے کا دعوٰی کرتے ہو۔ فقہ حنفی کا مذاق اڑاتے اڑاتے فقہ جعفریہ کا بھی "کونڈا" کر گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۱

جانوروں سے وطی روزہ نہیں توڑتی

حقیقت فقہ حنفیہ : الہدایہ کتاب الصوم :

إِذَا نَظَرَ إِلَى امْرَأَةٍ فَأَمْنَى لَا تَفْسُدُ صَوْمُهُ

(الهدایه کتاب الصوم)

ترجمہ :

کہ انسان جب کسی خوبصورت عورت کو دیکھے۔ اور اس کی منی نکل گئے تو روزہ باطل نہیں ہوگا۔

فتاوی قاضی خان :

إِذَا جَامَعَ بَهِيمَةً أَوْ مَيِّتَةً أَوْ نَكَحَ يَدَهُ وَلَمْ يُنْزِلْ لَا تَفْسُدُ صَوْمُهُ۔

اگر کوئی شخص کسی چوپائے یا مردہ عورت سے زنا کرے یا مشت زنی کرے۔ اور اس کی منی خارج نہ ہو۔ تو ان تینوں صورتوں میں اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

(فتاوی قاضی خان کتاب الصوم جلد ۱ ص ۹۸)

نوٹ :

کیا کہنا فقہ حنفی کا کہ جس میں روزہ کی حالت میں خواہ حیوان سے وطی کرے

maarfat.com

خواہ مُردے سے زنا کرے خواہ ہاتھ سے زنا کرے خواہ عورت کو شہوت سے دیکھنے پر منی نکل آئے۔ خواہ بحالت روزہ میں بیوی کی زبان چوستا رہے۔ خواہ سنت فاروقی کے مطابق کنیز سے ہم بستری کرتا رہے۔ روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ روزہ روز قیامت جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے ڈھال ثابت ہوگا۔ حق یہ ہے کہ مذکورہ تمام باتیں فقہ حنفیہ کی خرافات ہیں۔　　(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۷، ۱۰۸)

جواب:

مشہور بات ہے۔ کہ کتے کی دُم سو سال تک بھی بھاری پتھر کے نیچے دبی رہے جب پتھر اٹھے گا۔ تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہوگی۔ کچھ یہی معاملہ نجفی شیعی کا بھی ہے۔ اِسے تو مذاق اڑانا ہے۔ اور یہی اس کی شیعی فطرت ہے۔ قرآن سامنے آئے، صاحب قرآن سامنے آئے۔ امام سامنے آئے۔ ان کے فرمان ہوں۔ مجال ہے کوئی اس سے بچ کر نکل جائے۔ اور یہ بھی اسے بخوبی علم ہے۔ کہ ایسا مذاق "کفر" ہوتا ہے مختصر یہ کہ اعتراض بالا میں ہدایہ اور فتاوٰی قاضی خان کے حوالہ جات سے جو مسائل ذکر کیے گئے اور پھر اُن پر مذاق اڑایا گیا۔ وہی مسائل فقہ جعفریہ میں موجود ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام:

فَاِنْ اَمْنٰى الرَّجُلُ مِنْ نَظَرٍ اَوْ كَلَامٍ مِنْ غَيْرِ مُبَاشَرَةٍ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْئٌ يَدُلُّ عَلٰى ذَالِكَ مَا رَوَاهُ ...... اَلْحُسَيْنُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْ بَصِيْرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ كَلَّمَ اِمْرَاَةً فِيْ

marfat.com

شَهْرِ رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَمْنَىٰ فَقَالَ لَا بَأْسَ

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد چہارم ص ۲۷۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ مبسوط جلد اول ص ۲۷۲ کتاب الصوم مطبوعہ تہران جدید)

(۳۔ الاستبصار جلد دوم ص ۸۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابوالحسن فرماتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص کی کسی عورت کو دیکھنے سے یا اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے منی نکل آئی۔ لیکن مباشرت نہ کی ہو۔ تو اس پر کوئی (جرمانہ وغیرہ) شے نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر وہ روایت دلالت کرتی ہے۔ جسے حسین بن سعید نے قاسم اس نے علی اور اس نے ابوبصیر سے روایت کیا۔ ابوبصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ ایک شخص نے رمضان شریف روزہ کی حالت میں ایک خوبصورت عورت سے گفتگو کی۔ اور اس کی منی نکل آئی۔ (اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا کوئی گناہ نہیں ہے۔

المبسوط:

فَأَمَّا إِذَا دَخَلَ ذَكَرَهُ فِي فَرْجِ بَهِيمَةٍ أَوْ غَيْرَ ذَالِكَ الْآخَرَ فَلَا نَصَّ فِيهِ فَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ

marfat.com

اَلْمَذْهَبُ اَلاَّ يَتَعَلَّقُ بِهٖ غُسْلٌ لِعَدَمِ الدَّلِيْلِ الشَّرْعِيِّ عَلَيْهِ وَالْاَصْلُ بَرَاءَةُ الذِّمَّةِ

(المبسوط جلد اول ص۲۸ مطبوعہ تھران طبع جدید)

ترجمہ:

جب کسی مرد نے کسی چارپایہ کے فرج میں اپنا آلۂ تناسل داخل کیا۔ یا کسی بھی حیوان کے ساتھ ایسا کیا، تو اس بارے میں ہمارے مذہب شیعہ میں کوئی نص موجود نہیں۔ پس مذہب یہ ہونا چاہیے کہ ایسا کرنے والے پر غسل کا حکم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس حکم کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اور اصل یہ ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ کسی کو بری الذمہ ہی قرار دیا جائے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِيْ دُبُرِهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ قَالَ لَا يَنْقُضُ صَوْمَهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِ غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص۴۸۱ مطبوعہ تھران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے مرد کے بارے

marfat.com

میں فتوے دیا۔ جس نے روزہ دار عورت کی دُبر میں اپنی خواہش پوری کی۔ فتویٰ یہ دیا۔ کہ اس سے اس عورت کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور اس گانڈ مارنے والے پر بھی غسل لازم نہ ہوگا۔

"حق یہ ہے۔ کہ مذکورہ تمام باتیں "فقہ حنفی" کی خرافات ہیں" ہم پوچھتے ہیں۔ کیا یہی حق فقہ جعفریہ میں نظر آیا۔ اور اس کی خرافات اچھی لگی ہیں۔ فقہ حنفی کی خرافات تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کی مذکورہ خرافات ابھی تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بنیں گی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسد و بغض میں نجفی اس قدر بے بس اور بدحواس ہوگیا۔ کہ اسے اپنی فقہ اور اپنا امام بھی راستہ میں نظر نہ آئے۔ اندھے کی لاٹھی کی طرح سبھی کو ایک ہی فطرت کے تحت ہانک رہا ہے۔ جب اسے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا پاس نہیں۔ تو دوسروں کی عزت اور قدر اس سے کب متوقع ہو سکتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۲

حالت روزہ میں دبر میں انگشت ڈالنا جائز ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاوی قاضی خان:

لَوْ اَدْخَلَ اِصْبَعَہٗ فِیْ دُبُرِہٖ لَا تَفْسُدُ صَوْمُہٗ

(فتاوی قاضی خان کتاب الصوم)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں اپنی گانڈ میں انگلی داخل کرے۔
تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

نوٹ: فقہ نعمان تیرے قربان۔ لواتوں کے مزے بن گئے۔ بے شک سارا دن روزے کی حالت میں پمپنگ کریں۔ روح نعمان کے لیے الٹا فاتحہ پڑھیں۔ اور موج کریں (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۶)

جواب:

فتاوی قاضی خان کی عبارت سے نجفی کو جو کھجلی ہوئی ہے اور فقہ نعمان پر غصہ نکالا ہے۔ یہاں تو صرف مرد کے متعلق مسئلہ ہے۔ ذرا اپنی کتابوں کو بھی دیکھا ہوتا۔ وہاں مرد اور عورت دونوں کو پمپنگ کرنے کی اجازت امام صاحب نے عطا فرمائی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

marfat.com

وسائل الشیعہ:

عن محمد بن الحسن الحسین عن ابیہ قَالَ كَتَبَ اِلَى اَبِي الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا تَقُوْلُ فِي اللُّطْفِ يَسْتَدْخِلُهُ الْاِنْسَانُ وَهُوَ صَائِمٌ فَكَتَبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا بَأْسَ بِالْجَامِدِ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۷ صفحہ ۲۶
کتاب الصوم الخ)
(۲۔ الاستبصار جلد دوم صفحہ ۸۳
مطبوعات تہران طبع جدید)

ترجمہ: محمد بن حسن کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوالحسین کی طرف لکھا۔ کہ آپ کا اس انسان کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ جو حالتِ روزہ میں کسی چیز کو اپنی شرمگاہ میں داخل کرتا ہے۔ فرمایا کوئی بھی جامد (سخت) چیز روزہ کو خراب نہیں کرتی۔

لمحہ فکریہ: فقہ حنفی میں دو انگلی۔ کا ذکر تھا۔ یہاں تو کھلی چھٹی ہوگئی۔ کوئی بھی سخت اور خشک چیز ہے کہ اگر کوئی شیعہ مرد یا عورت اپنی اپنی شرمگاہ میں گھما پھرا کر دیکھتا ہے کہ کہاں تک پہنچی ہے چاہے پورا بازو اندر کی سیر کرائے۔ تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا چاہے گانڈ پھٹ جائے۔ اب پورا چالیس پاروں والا قرآن پڑھ کر پہنچاؤ ثواب اس کو جس نے تمہارا یہ بھلا کیا۔

marfat.com

اعتراض نمبر ۳۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں حج کی شان

بخاری شریف:

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مُسَیَّبٍ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِیٌّ وَعُثْمَانُ فِی الْمُتْعَةِ فَقَالَ عَلِیٌّ مَا تُرِیْدُ اِلَّا اَنْ تَنْهٰی عَنْ اَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِیُّ۔

(بخاری شریف کتاب الحج باب التمتع جلد اول ص ۱۴۳)

ترجمہ:

جناب امیر اور عثمان کا متعۃ الحج میں اختلاف ہوا۔ مولا علی نے فرمایا کہ عثمان تیرا ارادہ صرف یہ ہے۔ کہ تو اس عبادت سے روکے جسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیا۔

نوٹ:

بخاری شریف کے اس باب میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ عمران بن حصین بیان کرتا ہے تَمَتَّعْنَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ

marfat.com

قَالَ رَجُلٌ بِرَأْیِہٖ مَا شَاءَ کہ ہم نے متعۃ الحج رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا ہے۔ قرآن میں اس کا حکم ہے۔ اور وہ مرد (عمر صاحب) اپنی رائے سے جو دل میں آیا کہتا رہا۔

مذکورہ دونوں حوالوں سے معلوم ہوا۔ کہ متعۃ الحج اسلام میں جائز ہے۔ نبی کریم اور ابوبکر کے زمانہ میں مسلمان اسے کرتے رہے۔ لیکن عمر صاحب نے اپنی اس خاص مرض کی وجہ سے لوگوں کو اس کے کرنے سے روک دیا۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد سوم ص ۱۹۵ پ۵ آیت متعہ نیز شرح ابن الحدید جلد دوم ص ۲۴۰ باب مطاعن عمر طعن ۹ میں لکھا ہے۔ رُوِیَ عَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ خُطْبَتِہٖ مُتْعَتَانِ کَانَتَا عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَنْہٰی عَنْہُمَا وَ اُعَاقِبُ عَلَیْہِمَا عمر صاحب نے اپنے ایک خطبے میں کہا کہ دو متعہ (یعنی متعۃ النساء، متعۃ الحج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جائز تھے۔ اور اب میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں۔ اور ان کے بجالانے پر سزا دیتا ہوں۔ فقہ نعمان تیرے قربان جاواں۔ دین اللہ کا ہے اور اس کو اختیار ہے۔ کہ وہ کسی چیز سے روکے یا نہ روکے۔ بچارے عمر صاحب کس باغ کی مولی۔ کہ انہیں اللہ کے دین میں دخل اندازی کا حق حاصل ہو گیا۔

جواب:

نجفی شیعی نے مذکورہ اعتراض کے لیے شرح ابن حدید اور تفسیر کبیر کا حوالہ دیا حوالہ درج کرنے میں خیانت یہ برتی گئی۔ کہ ان الفاظ کے ساتھ ہی ان دونوں کتابوں کے مصنفین نے ان کا جواب جو لکھا نجفی اُسے شیر مادر سمجھ کر پی گیا۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اگر بعد والی عبارت عوام کے سامنے آگئی۔ تو بے ایمانی کھل جائے گی۔ اور میری، حجۃ الاسلامی،، خطرے میں پڑ جائے گی۔ ان دونوں کتب کا جواب ملاحظہ ہو۔

marfat.com

تفسیر کبیر:

اِنَّ عُمَرَ اَضَافَ النَّهْيَ عَنِ الْمُتْعَةِ اِلٰى نَفْسِهٖ قُلْنَا قَدْ بَيَّنَّا اَنَّهٗ لَوْ كَانَ مُرَادُهٗ اَنَّ الْمُتْعَةَ كَانَتْ مُبَاحَةً فِيْ شَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهُ لَزِمَ تَكْفِيْرُهٗ وَتَكْفِيْرُ كُلِّ مَنْ لَمْ يُحَارِبْهُ وَيُنَازِعْهُ وَيُفْضِيْ ذَالِكَ اِلٰى تَكْفِيْرِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ حَيْثُ لَمْ يُحَارِبْهُ وَلَمْ يَرُدَّ ذَالِكَ الْقَوْلَ عَلَيْهِ وَكُلُّ ذَالِكَ بَاطِلٌ فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَنْ يُقَالَ كَانَ مُرَادُهٗ اَنَّ الْمُتْعَةَ كَانَتْ مُبَاحَةً فِيْ زَمَنِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهَا لِمَا ثَبَتَ عِنْدِيْ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسَخَهَا وَعَلٰى هٰذَا التَّقْدِيْرِ يَصِيْرُ هٰذَا الْكَلَامُ حُجَّةً لَنَا فِيْ مَطْلُوْبِنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(تفسیر کبیر جلد دوم ص ۲۰۵ زیر آیت متعہ۔ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے متعۃ الحج کی نہی کی نسبت اپنی طرف کی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ متعۃ الحج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں مباح اور جائز تھا۔ اور میں (عمر) اس

سے منع کرتا ہوں۔ تو اس (جرأت) پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تکفیر لازم تھی اور ہر اس شخص کی بھی تکفیر لازم تھی جس نے ان کے خلاف لڑائی نہ کی اور یہ تکفیر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچ جائے گی۔ کیونکہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے انہوں نے نہ تو عمر بن الخطاب سے جنگ کی۔ اور نہ ہی ان کا قول اُن پر رد کیا۔ حالانکہ یہ تمام باتیں باطل ہیں۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مفہوم یہی نظر آتا ہے۔ کہ متعۃ الحج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مباح تھا۔ اور اب میں اس سے اس لیے منع کر رہا ہوں۔ کیونکہ میرے پاس ثبوت ہے۔ کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرما دیا تھا۔ حضرت عمر کے قول کی یہ تفسیر سامنے آنے سے آپ کا یہ کلام ہمارے مطلوب کے لیے ہمارے حق میں حجت بن جائے گا۔

شرح ابن حدید:

قَوْلُہٗ مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا..... وَهٰذَا اللَّفْظُ قَبِيْحٌ لَوْ صَحَّ الْمَعْنٰى فَكَيْفَ اِذَا فَسَدَ لِاَنَّهٗ لَيْسَ مِمَّنْ يَشْرَعُ فَيَقُوْلُ هٰذَا الْقَوْلَ وَلِاَنَّهٗ يُوْهِمُ مُسَاوَاةَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجَابَ قَاضِى الْقُضَاةِ فَقَالَ اِنَّهٗ اِنَّمَا عَنٰى بِقَوْلِهٖ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا كَرَاهِيَةً لِذٰلِكَ وَتَشَدُّدٌ فِيْهِ مِنْ حَيْثُ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

marfat.com

عنهما بعد أن كان تلقى إباحته منهما بذلك على حصول النسخ فيهما وتغير الحكم لأنا نعلم أنه كان متبعاً للرسول متديناً بالإسلام فلا يجوز أن نحمل قوله على خلاف ما نعرفه من حاله وحكي عن أبي علي أن ذلك بمنزلة أن يقول إني أعاقب من صلى إلى بيت المقدس وإن كان صلى إلى بيت المقدس في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم واعتمد في تصويبه على كف الصحابة عن النكير عليه وادعى أن أمير المؤمنين عليه السلام أنكر على ابن عباس إحلال المتعة وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم تحريمهما فأما متعة الحج فإنما أراد ما كانوا يفعلونه من فسخ الحج لأنه كان يحصل لهم عنده التمتع ولم يرد بذلك التمتع الذي يجري مجرى تقدم العمرة وإضافة الحج إليها بعد ذلك لأنه جائز لم يقع فيه قبيح۔

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد ۱۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ دو متعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں مباح تھے۔ اور میں ان سے منع کرتا ہوں۔ اور اُن پر سزا دوں گا۔ ان الفاظ کا معنی اگر صحیح ہو۔ تو بھی یہ الفاظ قبیح ہیں۔ پھر جائے کہ جب فاسد ہو۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان اشخاص میں سے نہیں ہیں۔ جنہیں شریعت میں رد و بدل کا اختیار ہو۔ اور پھر اس مقام کے ہوتے ہوئے وہ یہ لفظ کہتے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ ان الفاظ کے مفہوم سے یہ وہم پڑتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا اس عبارت کا جواب قاضی القضاۃ نے یُوں دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی نہی کو اپنی طرف منسوب کرنے سے یہ مُراد لی ہے۔ کہ میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور اس میں شدت آجانے کی وجہ سے منع کر رہا ہوں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ابتداً یہ دونوں متعے جائز تھے۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے روک دیا تھا۔ لہٰذا یہ منسوخ ہو چکے ہیں اور ان کا حکم تبدیل ہو چکا ہے۔ یہ ترجیح اس لیے ناگزیر ہے۔ کیونکہ ہم بخوبی جانتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو تھے۔ اور اسلام آن کا دین تھا۔ لہٰذا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔ کہ ان کے اس قول کو ایسے معنی پہنائیں۔ جو ان کی لگاتار زندگی سے موافقت نہ رکھتے ہوں۔ اور ابو علی سے حکایت کی گئی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس قول کی طرح ہو گا۔ "میں اس شخص کو سزا دوں گا۔ جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا۔" اگرچہ خود حضرت عمر فاروق

marfat.com

نے سرکار دوعالم کی زندگی میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے اس قول کی صحت و درستگی اس سے بھی معلوم ہو گئی۔ کہ موجود حضرات صحابہ کرام نے اس پر اعتراض کرنے سے سکوت فرمایا۔ پھر قاضی القضاۃ نے یہ دعوٰے بھی کیا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کے متعہ کو حلال سمجھنے پر اعتراض کیا۔ چنانچہ ان دونوں متعوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت کی روایت کی گئی ہے۔ بہر حال متعۃ الحج سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ تھی۔ کہ لوگ اس کی خاطر حج کو فاسد کیا کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے۔ کہ انہیں اس سے فائدہ ہوجاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس متعہ سے وہ متعہ نہیں سمجھتے تھے۔ جو اس صورت میں ہوتا ہے۔ کہ پہلے عمرہ کرکے پھر اس کے ساتھ حج کو ملا دیا جائے۔ کیونکہ یہ تمتع بہر حال جائز ہے۔ اور اس میں کوئی قباحت واقع نہیں۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض کرنے کے لیے جن دو کتب کے حوالہ جات پیش کیے تھے۔ انہی کتابوں سے اس کے جواب ہم نے پیش کر دیئے۔ تفسیر کبیر میں اس روایت کے ذکر کرنے کے بعد جواب کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اگرچہ متعۃ الحج کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں مباح ہونا تسلیم کرتے تھے۔ لیکن منع اس لیے کر رہے تھے کہ اس کی تنسیخ کے بارے میں آپ کے ہاں ثبوت تھا۔ اور وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منسوخ کر دیا تھا۔

marfat.com

لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منسوخ فرمانے کے بعد اس کا روکنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بلاواسطہ منسوب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس کا یہ مفہوم نہ لیا جائے اور وہی لیا جائے جو نجفی شیعی نے لیا ہے۔ تو اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت اس وقت موجود تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم آئے گی۔ گویا دوسرے الفاظ میں نجفی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مع دیگر موجود صحابہ کرام کے ایسا کہہ ہی دیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

دوسری کتاب جو خود مسلک شیعہ سے تعلق ہے۔ اس کی تحریر کے مطابق اگر روایت کے الفاظ کو درست مان لیا جائے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ "شارع" بن جائیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امور تشریعیہ میں مساوی ہو جائیں۔ اور یہ دونوں باتیں اس لیے ناممکن ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بانی نہیں بلکہ متبع سنت اور صاحب دین و اسلام تھے۔ لیکن آپ نے متعہ سے منع اس لیے کیا کہ لوگوں نے ابھی تک اسے قابل عمل سمجھ رکھا تھا۔ حالانکہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ منسوخ ہو گیا تھا۔ یا یہ وجہ تھی۔ کہ لوگوں نے حج تمتع کا وہ طریقہ چھوڑ دیا تھا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آ رہا تھا۔ کہ پہلے عمرہ کر لیا جائے اور اس کے ساتھ حج کا احرام باندھ لیا جائے۔ لوگوں نے اب اسے اس طرح ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ کہ پہلے نیت حج کر کے احرام باندھتے۔ اور پھر اسے توڑ کر متعہ کا احرام باندھتے تھے۔

ان دونوں کتب کے مصنفین نے تسلیم نہیں کیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو توڑ دیا۔ "دین میں دخل اندازی،، کس طرح متحقق ہو گئی۔ اور اگر دخل اندازی تھی۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ سمیت اس وقت موجود تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم آئے گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۴

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ کی رُو سے کعبہ بھی غلط ہے

بخاری شریف:

عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْ لَا حَدَثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ نيز لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَاَخَافُ اَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ نيز حِدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ۔

(بخاری شریف کتاب الحج جلد دوم ص ۲۱۶)

ترجمہ:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

فرمایا: کہ یہ کعبہ درست نہیں ہے۔ میں نے عرض کی اسے قواعد ابراہیم کے مطابق درست کریں۔ آنجناب نے فرمایا۔ اے عائشہ اگر تیری قوم کفر چھوڑ کر ابھی تازہ تازہ مسلم نہ بنی ہوتی۔ تو میں اس کعبہ کو گرا کر دوبارہ بناتا۔

نوٹ:

سنی فقہ بچے بچے۔ سنی بھائیوں کا ایمان نہ ہی قرآن کے بارے میں درست ہے۔ اور نہ ہی سنی بھائی خانہ کعبہ کو درست سمجھتے ہیں۔ جب ان کے عقیدہ میں کعبہ ہی غلط ہے۔ تو پھر ایسے کعبہ کا جو حج کرتے ہیں۔ وہ بھی غلط ہے۔　　(حقیقت فقہ حنفیہ ص۱۱۰ تا ۱۱۱)

جواب:

نجفی شیعی نے اس اعتراض میں دو خیانتیں اور مکاریاں کی ہیں۔ پہلی خیانت یہ کہ بخاری شریف کی عبارت مکمل طور پر درج نہیں لکھی۔ جو وہاں موجود ہے۔ اور دوسری یہ کہ اس کا ترجمہ بھی مکر و فریب سے غلط کیا ہے۔ اگر یہ دو خیانتیں نہ کرتا۔ تو اعتراض میں کوئی جان نہ ہوتی۔ یہ واقعہ دراصل یوں ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا چاہا۔ کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر مکمل کیوں نہیں کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تیری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ تو وہ تنگدستی کے اس کی تعمیر ان بنیادوں پر نہ کر سکے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھیں۔ امی صاحبہ نے عرض کیا حضور! پھر آپ اس کی تعمیر انہی بنیادوں پر فرما دیں۔ فرمایا۔ اگر تیری قوم کا زمانہ کفر قریب نہ ہوتا تو ایسا کر دیتا۔ واقعہ کے سامنے آنے کے بعد اب ان دونوں خیانتوں کی شناخت کریں۔

امی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْرَاهِیْمَ حضور آپ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر اس کی تعمیر کیوں نہیں لوٹا دیتے؟ الفاظ کا ترجمہ یہ تھا۔ لیکن نجفی ترجمہ کرتا ہے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ

marfat.com

کعبہ درست نہیں۔ بتلایئے۔ یہ کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ یہ تھی نجفی کی ترجمہ میں خیانت اور کمال چالاکی سے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دے دیا۔

بخاری شریف میں عبارت اس طرح موجود ہے۔ اِنَّ قَوْمَكِ حِيْنَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اِقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ۔ تیری قوم نے جب تعمیر کعبہ کی۔ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرنے سے قاصر رہ گئے۔ اسی پر ائی صاحبہ نے ان بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرنے کی درخواست کی تھی۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے نہ کو وہ کہ جو نجفی نے پیش کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کعبہ درست نہیں ہے۔ اور یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ اِنَّ قَوْمَكِ قَاصَرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ۔ تیری قوم کے پاس کعبہ کی تعمیر کے اخراجات تھوڑے تھے۔

لمحہ فکریہ:

"سنی فقہ کی رُو سے کعبہ بھی غلط ہے" اس موضوع کو ثابت کرنے کے لیے نجفی نے کیا کیا قلا بازیاں کھائیں۔ بددیانتی اور خیانت کا سہارا لیا۔ لیکن چوراہے میں بھانڈا پھوٹ گیا۔ کعبہ کو غلط سمجھیں یا کہیں تو پھر اعتراض ہوتا۔ کہ سنیوں کا حج بھی غلط ہے خود ہی یہ ترجمہ کیا۔ اور خود اس کا نتیجہ بنا لیا

خشت اول چوں نہد معمار کج   تا ثریا می رُود دیوار کج

مسئلہ صرف اتنا ہے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں کعبہ شہید ہوا۔ پھر اس کی دوبارہ تعمیر کی گئی۔ لیکن اخراجات کم ہونے کی وجہ سے کچھ حصہ باہر رہ گیا۔ اسی حصہ کو "حطیم" کہتے ہیں۔ لہٰذا کعبہ انہی بنیادوں پر ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھیں۔

marfat.com

اعتراض نمبر ۳۵

سنی فقہ میں حجر اسود کا کوئی مقام نہیں

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف

سنی فقہ میں ہے۔ حجر اسود کا کوئی شرف نہیں۔

قَالَ عُمَرُ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ لَوْ لَا اِنِّیْ رَأَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ۔

(بخاری شریف کتاب الحج جلد دوم ص ۴۹)

ترجمہ:

عمر نے کہا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ اور نفع نقصان نہیں دے سکتا۔ اور اگر میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔

نوٹ:

بخاری شریف تجھے ملے کیا شان عمر دکھائی ہے عمر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طنز کر رہے ہیں یا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عقل مندی والا کام نہیں کیا۔ اور ایک ایسے پتھر کو چوما۔ جو نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔ اللہ پاک نے بھی زور دری کی ہے۔ نبی تو بنا تا تھا عمر صاحب کو جو کام عمر صاحب کی نقل کرتی تھی۔ وہاں تک معاذ اللہ خدا اور رسول کی فکر نہیں

marfat.com

پہنچتی تھی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۱)

جواب:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے جو کچھ کہا یہ کس موقعہ پر کہا نجفی شیعی یہ بھی بیان کر دیتا۔ لیکن اس موقعہ کو بیان کر دینے سے پھر دھوکہ دینا اور غلط مفہوم بیان کرنا مشکل ہوتا۔ کیونکہ اس سے معاملہ اور بن جاتا ہے۔ بخاری شریف سے منقولہ عبارت سے قبل واقعہ درج ہے۔ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ جَاءَ اِلَى الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَقَبَّلَهٗ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے۔ اور اس کو چوما۔ اس کے بعد آپ نے وہ الفاظ فرمائے۔ جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! واقعہ کے پیش نظر آپ اندازہ فرمائیں۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا کس قدر جذبہ ہے۔ حجر اسود کو فرما رہے ہیں۔ کہ تم پتھر ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چومنے کی وجہ سے میں بھی تمہیں چومتا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع رسول کے اس جذبے کو نجفی حضور پر ان کی طرف سے طنز پر محمول کر رہا ہے۔ یہ کس قدر بے غیرتی اور بے ایمانی ہے۔ اور پھر اس سے دو چار قدم اور آگے نکل کر یہ کہہ دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو چاہیے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی بناتا۔ کیونکہ ان کی فکر تک اللہ اور اس کے رسول کی فکر نہیں پہنچی۔ بد حواسی کا یہ عالم کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر اعتراض کرتے وقت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ظالم نے معاف نہیں کیا۔ اللہ کو مشورے دے رہا ہے۔ اور دبے الفاظ میں نبوت بلکہ خدائی

marfat.com

کے کمتوریں دوڑ رہا ہے۔ شیطان نے کس خوبی سے ایمان چھینا۔ (اگر پاس تھا) وہ بھی جانتا تھا۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سایہ کے پاس سے میرا گزر نہیں۔ اس لیے واقعہ فاروقی کے ضمن میں جگنی کو ہم نوا بنایا۔

اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِيْءٌ مِّنْكَ الخ۔ انسان کو کہتا ہے۔ کفر کر۔ جب اس کے کہنے پر انسان کفر اختیار کر لیتا ہے تو کہتا ہے۔ میرا تیرا کیا تعلق۔ میں تجھ سے بیزار ہوں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۳۶

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں قربانی کی شان

۱۔ سنی فقہ میں ہے۔ کہ شہری لوگ نماز عید کے بعد قربانی کریں۔ اور غریب دیہاتی نماز عید سے پہلے قربانی کریں۔

(کنز الدقائق کتاب الاضحیہ ص۲۶۵)

۲۔ سنی فقہ میں ہے کہ اگر شہری لوگ نماز سے پہلے قربانی کرنا چاہیں۔ تو جانور کو شہر سے باہر لے جا کر ذبح کریں۔

(الہدایہ کتاب الاضحیہ ص ۴۴۶)

نوٹ:

میزان الکبریٰ کتاب الحج میں لکھا ہے ص ۵۲ جلد دوم قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَجُوْزُ لِاَهْلِ السَّوَادِ اَنْ يُضَحُّوْا اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِي۔ ابو حنیفہ کا فتویٰ ہے۔ کہ دیہاتی لوگ نور سحر کے طلوع ہوتے وقت قربانی کا جانور ذبح کر سکتے ہیں۔

صاحب کتاب نے اس فتوے پر ابو حنیفہ کو داد دی ہے۔ کہ امام صاحب نے

marfat.com

دوراندیشی سے کام لیا ہے۔ کیونکہ دیہاتی لوگوں نے نماز عید پڑھنے کے لیے بھی آنا ہے اور اگر نماز کے بعد جا کر قربانی کریں گے۔ تو ان کو دن بھر گوشت کھانا نصیب نہ ہو گا ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ امام صاحب کے فتویٰ نے پینڈو لوگوں کے تو مزے بنا دیئے ہیں۔ لیکن شہری لوگوں کا کونڈہ کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ نماز عید کے بعد جا کر قربانی کرتے ہیں۔ اور سارا دن گوشت کی خاطر ان کا شکم مبارک فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پڑھتا رہتا ہے۔ قربان جاؤں امام اعظم کے فیصلے کے کہ جس نے دیہاتیوں کا دین اسلام الگ بنایا۔ اور شہری لوگوں کا الگ۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۱، ۱۱۲)

جوابِ امرِ اول

"شہر میں بسنے والے نماز عید کے بعد قربانی کا جانور ذبح کریں" فقہ حنفی کا یہ مسئلہ گھر کا بنایا ہوا نہیں۔ اور نہ ہی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے شہر میں بسنے والوں کا کونڈہ کر دیا بلکہ یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ ہدایہ میں جہاں سے نجفی نے عبارت نقل کی۔ وہیں اس بارے میں حدیث ان الفاظ سے موجود ہے۔

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ ذَبِيْحَتَهٗ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے نماز عید سے قبل قربانی کا جانور ذبح کر دیا۔ اسے دوبارہ کوئی اور جانور قربانی کے طور پر ذبح کرنا چاہیئے۔ (کیونکہ اس کی وہ قربانی نہیں ہوئی) اور جس نے نماز عید کے بعد ذبح کیا۔ اس کی قربانی مکمل ہو گئی ہے ..... اب نجفی سے

marfat.com

کوئی پوچھے۔ کہ تمہارے کونڈے کس نے کیے؟ پہلے اعتراض کے آدھے حصہ کا جواب یہ ہوا کہ شہری لوگوں کو نماز عید کے بعد قربانی کرنے کا حکم ابو حنیفہ نے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ اس اعتراض کا دوسرا حصہ یہ تھا: "اور غریب دیہاتی نماز عید سے پہلے قربانی کریں" اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے۔ کہ "کنزالدقائق" کے کن الفاظ کا معنی تم نے یہ کیا۔ فقہ حنفی کا مسئلہ یہ ہے۔ کہ غریب چاہے دیہاتی ہو یا شہری اس پر قربانی واجب ہی نہیں ہے "کنزالدقائق" کے الفاظ یہ ہیں۔ وَلَا یَذْبَحُ مِصْرِیٌّ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ وَذَبَحَ غَیْرُہٗ۔ شہری نماز عید سے قبل ذبح نہ کرے۔ اور غیر شہری ایسا کر سکتا ہے عبارت میں ہیرپھیر اور ترجمہ من مانا کرنا عبداللہ بن سبا سے انہیں ورثہ میں ملا ہے۔ اُسے نہیں چھوڑ سکتے۔ آپ نے دیکھا۔ کہ تقریبًا تمام اعتراضات والزامات میں فریب، دھوکہ دہی اور مکاری سے کام لیا گیا۔ آخر ایسا کیوں؟

جواب امر دوم

"شہری لوگ اگر نماز سے پہلے قربانی کرنا چاہیں۔ تو جانور کو شہر سے باہر لے جا کر ذبح کریں"

دراصل یہ اعتراض پہلے اعتراض کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس بارے میں بات واضح ہے۔ کہ شہر سے جانور لے کر شہر کی حدود سے باہر نکلے گا۔ تو اُسے شہر میں موجود کوئی نہیں کہے گا۔ اور دیہاتیوں کے حکم میں ہو جائے گا۔ جس طرح شہر کی حدود سے نکلنے والا "مقیم" نہیں بلکہ مسافر کہلاتا ہے۔ جبکہ اس نے نیت سفر کی ہو۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ اہل دیہات پر جمعہ وعیدین واجب نہیں۔ اس لیے انہیں یہ کہنا کہ "نماز عید کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرنا بے معنی ہوگا۔ یہاں بھی نجفی کی بدحواسی ملاحظہ ہو۔ جسے اس نے صاحب کتاب (صاحب الہدایہ) کی داد سے تعبیر کیا ہے۔ "دیکھو کہ دیہاتی لوگوں نے نماز عید پڑھنے کے لیے آنا ہے اور اگر نماز کے بعد جا کر قربانی کریں گے۔ تو ان کو دن بھر گوشت کھانا نصیب نہ ہوگا۔"

marfat.com

دیہاتیوں کو کیا فقہ حنفی نے کہا ہے۔ کہ جا کر شہر میں نماز عید پڑھو۔ ہم تو ان پر نماز عید کے واجب ہونے کا قول ہی نہیں کرتے۔ یہ مسئلہ معمولی سوجھ بوجھ والا حنفی بھی جانتا ہے۔ چہ جائے کہ صاحب ہدایہ ایسی بات کرے۔

"دو شہری لوگوں کا کونڈہ سارا دن گوشت کی خاطر ان کے شکم کا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پڑھنا۔ آج تک شہری اسی پر عمل کر رہے ہیں۔ کسی کا کونڈا نہیں ہوا۔ اگر ہوتا ہے تو شیعہ امام جعفر کا کونڈا کرتے ہیں۔ جن کی فقہ کو مانتے ہیں۔ انہی کا کونڈا۔ اللہ اللہ! کیا پیار ہے۔ انہیں اپنے امام کے ساتھ؟ پھر بے وقوفی دیکھیے" سارا دن گوشت کی خاطر، کون رکتا ہے نماز عید طلوع آفتاب کے ایک دو گھنٹہ بعد ہو گئی۔ دوپہر سے بہت پہلے۔ ابھی دن کا کافی حصہ موجود ہے۔ گویا نجفی کے نزدیک سارا دن انتظار کرنا پڑا۔ اور قربانی رات ڈھلے نصیب ہوئی۔ قربان اس دانش اور فہم پر۔ گدھے کو بھی یہ فکرمات کر دیتی ہے۔ آخر میں قرآنی آیت سے مذاق کیا گیا۔ اللہ، اس کے رسول، قرآن، حدیث، ائمہ اہل بیت ان کے اقوال و ارشادات بھلا کون اس کے مذاق سے چھوٹا۔ نہ دوزخ کا خوف ہے۔ نہ اسے اللہ و رسول سے شرم آتی ہو اور نہ اہل بیت کا لحاظ و ادب ہے۔ کچھ بھی نہیں اس کے لیے

مَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

marfat.com

اعتراض نمبر ۲۷

قربانی کا جانور ذبح کرنے میں کافر کو نائب بنانا جائز ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ:

يَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِ اَنْ يَسْتَنِيْبَ فِيْ ذِبْحِ الْاُضْحِيَةِ مَعَ الْكَرَاهَةِ فِي الذِّمِّيِّ۔

(میزان الکبریٰ کتاب الاضحیہ ص ۵۳ جلد ۲
رحمۃ الامۃ ص ۱۴۵)

ترجمہ:
کہ مسلمان قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے کافر ذمی کو اپنا نائب بنا سکتا ہے۔

جواب:

اعتراض مذکور کے ضمن میں نجفی نے لکھا۔ کہ فقہ حنفی میں مشرکین کفار کے جسم کو پاک قرار دے دیا گیا۔ فقہ حنفی پر یہ الزام اور پر مذکور عربی عبارت کے تحت کیا گیا۔ اس میں کس حد تک صداقت ہے۔ ناظرین! عربی عبارت کا ترجمہ جو نجفی نے کیا۔ اس میں "مشرک کافر کے جسم" کے لیے کوئی لفظ نہیں۔ اگر عربی عبارت میں ان کے لیے کوئی لفظ ہوتا۔ تو نجفی کبھی بھی ترجمہ کرتے وقت اُسے نہ چھوڑتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سب کچھ جھوٹ اور مکر و فریب کی پیداوار ہے۔ علاوہ ازیں "میزان الکبریٰ" کی مذکورہ عبارت سے چند لفظ آگے یہ عبارت

marfat.com

موجود ہے۔ وَجْهُ الْاَوَّلِ كَوْنُ الذِّمِّيِّ مِنْ اَهْلِ الذَّبْحِ فِي الْجُمْلَةِ۔ یہ اس مسلک کی دلیل ہے بمسلک یہ تھا کہ "ذمی" قربانی کا جانور ذبح کرنے میں مسلمان کا نائب بن سکتا ہے۔ امام اعظم نے فرمایا بن سکتا ہے۔ اسی مسلک کی نجفی نے یہ حاشیہ آرائی کی ہے ان کا ذبح شدہ حیوان کا گوشت بھی حلال قرار دیا گیا۔ کیا ذمی کا ذبیحہ امام ابو حنیفہ نے حلال قرار دیا ہے اگر ایسا ہی ہے تو پھر اعتراض درست ہے۔ لیکن یہ حقیقت نہیں ہے ذمی کا ذبیحہ قرآن کریم نے حلال قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ۔ اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے اور تمہارا ان کے لیے حلال ہے۔ علاوہ ازیں کتب شیعہ سے پوچھئے کہ کیا ذمی وغیرہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

وسائل الشیعہ:

عن علی بن جعفر عن اخیہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قَالَ سَاَلْتُهُ عَنْ ذَبِيْحَةِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى هَلْ تَحِلُّ؟ قَالَ كُلْ مَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۴۸، کتاب الصید والذبائح مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن جعفر اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی جناب موسیٰ کاظم سے پوچھا۔ کیا یہودی اور عیسائی کا ذبح کردہ جانور حلال و حرام کیسا ہے؟ فرمایا۔ اسے کھاؤ۔ بلکہ ہر اس جانور کا گوشت کھایا کرو۔ جسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو (ذبح

marfat.com

کرنے والا خواہ کوئی ہو۔

وسائل الشیعہ:

اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَقُوْلُ کُلُوْا مِنْ طَعَامِ الْمَجُوْسِ کُلِّہٖ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۴۸)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجوسی کا ہر قسم کا طعام کھایا کرو۔ (وہ حلال ہے)

وسائل الشیعہ:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ "فَکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ" قَالَ اَمَّا الْمَجُوْسُ فَلَیْسُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَاَمَّا الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی فَلَا بَأْسَ اِذَا سَمَّوْا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۴۹)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے "فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ" آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔ مجوس اہل کتاب میں سے نہیں۔ (اس لیے اُن کا ذبیحہ درست اور حلال نہیں۔) لیکن یہودی اور عیسائی جب اللہ کا نام لے کر ذبح کریں۔ تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں (کیونکہ وہ حلال ہے)

marfat.com

لمحہ فکریہ:

حضرات ائمہ اہل بیت نے بھی یہود و نصاریٰ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا۔ قرآن کریم نے بھی اہل کتاب کے طعام کو حلال فرمایا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہود و نصاریٰ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے کی وجہ سے ”ان کا جسم پاک ہو گیا“۔ اس منطق کو کون تسلیم کرے گا۔ لہٰذا اگر ذمی (اہل کتاب کا فر) کسی مسلمان کے جانور کو نیابۃً ذبح کر دے۔ تو اس سے اس ذمی کا جسم پاک ثابت نہیں ہوتا۔ ذبح کے حلال و حرام ہونے میں جسم کے پاک و ناپاک ہونے کا کوئی دخل نہیں۔ اللہ کا نام لے کر کوئی بھی ذبح کر دے۔ تو آیت کریمہ کے مطابق اس کا کھانا درست ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجوسی کا ہر قسم کا طعام کھانے کی اجازت دی۔ کیا اس سے مجوسی پاک ہو گیا؟ معلوم ہوا کہ فقہ حنفی نے ذمی کے ذبیحہ کو حلال کہا۔ لیکن اس کے جسم کی طہارت صرف نجفی کو نظر آئی تو جس طرح یہودی اور عیسائی خود ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال اسی طرح نیابۃً ذبح کرے تو پھر بھی حلال ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

marfat.com

اعتراض نمبر ۳۸

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں عقیقہ کی شان

میزان الکبریٰ

قَالَ الْحَسَنُ يُطْلٰى رَأْسُ الْمَوْلُوْدِ بِدَمِهَا۔

(میزان الکبریٰ باب العقیقہ جلد دوم ص۹۵ رحمۃ الامہ کتاب الاضحیہ)

ترجمہ:

سُنی فقہ کا امام حسن بصری کہتا ہے۔ کہ عقیقہ میں جو جانور ذبح کیا جائے اس کا خون بچے کے سر پر ملا جائے۔

نوٹ:

نامعلوم سنی بھائیوں نے اپنے امام حسن بصری کے فتویٰ کو کیوں ترک کیا ہے۔ شاید اس فتوے پر عمل کرتے تو ہوں۔ لیکن چھپ کر۔ کیونکہ نجس ہے۔ اور وہ نجس خون بچے کے سر پر ملیں گے۔ تو اس میں کوئی برکت نہیں ہے۔ پس شیعوں کی ملامت کے

marfat.com

ڈر سے سنی اس فتوے پر چھپ کر عمل کرتے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۴)

جواب:

صاحب میزان الکبری کے باب العقیقہ میں عقیقہ کے متعلق کچھ اقوال ایسے ذکر فرمائے۔ جو اجماعی ہیں۔ اور کچھ شاذ قول نقل فرما کر اُن کے خلاف اجماع ہونے کی وجہ سے اُن کی تردید کی ہے۔ نجفی کا پیش کردہ قول دراصل اقوال شاذہ میں سے ہے۔ جو اجماع کے خلاف ہے۔ اور اس کی آگے تردید ہے۔ لیکن مکار و فریبی کو اس سے کیا غرض کہ یہ عبارت کس طور لکھی گئی ہے۔ اُسے تو اپنا اُلّو سیدھا کرنا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

میزان الکبری:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ وَقْتَ ذَبْحِ الْعَقِیْقَةِ یَوْمَ السَّابِعِ مِنْ وِلَادَتِهٖ وَکَذٰلِكَ اِتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّهٗ لَا یُمَسُّ رَأْسُ الْمَوْلُوْدِ بِدَمِ الْعَقِیْقَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ یُطْلٰی رَأْسُ الْمَوْلُوْدِ بِدَمِهَا وَجَدْتُهٗ مِنْ مَسَائِلِ الْاِجْمَاعِ وَالْاِتِّفَاقِ

(میزان الکبری شعرانی جلد دوم ص ۵۶ باب الاضحیہ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کا جانور ذبح کیا جائے۔ اور اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ

marfat.com

عقیقہ کے جانور کے خون کو نومولود کے سر پر نہ ملا جائے۔ اور حسن بصری نے کہا۔ کہ عقیقہ کے خون کو نومولود کے سر میں ملا جائے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسے میں نے اجماعی اور اتفاقی مسائل میں پایا ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی کی بے ایمانی اور مکاری کھل کر سامنے آگئی۔ ایک ایسا مسئلہ جس کو صاحب کتاب خلافِ اجماع کہہ رہا ہے۔ نجفی اُسے سُنی فقہ سے تعبیر کر رہا ہے۔ اور پھر یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ چونکہ خون نجس ہے۔ اس کے ملنے پر شیعہ ملامت کریں گے الخ۔ کون کہتا ہے کہ یہ خون پاک ہے۔ ہم تو نہیں کہتے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ تم اسے طاہر سمجھو۔ باقی رہا ملامت کا معاملہ۔ تو جب ہمارا اس پر عمل ہی نہیں۔ نہ اعلانیہ نہ چوری چھپے۔ تو ملامت کا کیا خطرہ خطرہ تو تمہیں ہے۔ جو شب عاشورہ چوری چھپے بجلی بند کر کے جو کچھ کرتے ہو۔ اگر جائز سمجھتے ہو۔ تو چوک کربلا گامے شاہ میں دن دہاڑے کیا کرو۔ کیا سمجھے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۳۹

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں ختنہ کی شان

بخاری شریف

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِیْمُ بَعْدَ ثَمَانِیْنَ سَنَةً اِخْتَتَنَ بِالْقَدُوْمِ

(بخاری شریف کتاب الاستئذان باب الختان۔ جلد ۴ ص ۶۶)

ترجمہ:

ابوہریرہ راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسّی برس کے بعد اپنا ختنہ تیشے کے ساتھ کیا۔

نوٹ:

ابوہریرہ نے کیا عمدہ خبر پہنچائی ہے۔ کہ اسی برس کے بعد ابراہیم نبی اپنا ختنہ کر رہے ہیں۔ اور ختنہ بھی اس آلے کے ساتھ کیا جس سے ترکھان (بڑھئی) لکڑی کاٹتے اور اسے تراشتے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ اسّی برس کی عمر میں حضرت ابراہیم کا مقام ختنہ کیا لکڑی کی طرح سخت ہو گیا تھا کہ اسے تیشے کے ساتھ کاٹنا پڑا۔

marfat.com

یہ بات ابوہریرہ کے خرافات میں سے ہے۔ اور امام بخاری کی بے وقوفی کی بھی داد دینی چاہیئے جس نے بغیر سوچے سمجھے یہ خرافات بخاری میں لکھ دیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۵)

جواب:

اعتراض کے دو مختلف پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ اسی برس کی عمر میں ختنہ کرنا دوسرا یہ کہ تیشہ کے ساتھ کرنا۔

جہاں تک پہلی بات کا معاملہ ہے۔ یہ صرف اہل سنت کی روایات میں ہی نہیں بلکہ اہل تشیع کی کتب میں بھی موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا اَسْلَمَ الرَّجُلُ اِخْتَتَنَ وَلَوْ بَلَغَ ثَمَانِیْنَ سَنَۃً۔

(تہذیب الاحکام تصنیف ابوجعفر طوسی جلد ۷ ص ۴۴۵ فی الولادۃ الخ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۱۶۶۔ فروع کافی)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب کوئی مرد مسلمان ہو جائے۔ تو اُسے

marfat.com

ختنہ کرانا چاہیئے۔ اگرچہ وہ اسی برس کا ہو گیا ہو۔

اس روایت سے ثابت کیا ہوا کہ خواہ اسی برس کی عمر ہی ہو ختنہ کرانا ضروری ہے۔ اس لیے یہ مسئلہ صرف سنیوں کا نہ ہوا۔ کیونکہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت قابل اعتراض اور خرافات میں سے ہے۔ تو پھر تہذیب الاحکام وغیرہ کی روایت کے راوی بھی یہی تصور کر رہے ہیں۔ یہ کون ہیں۔ محقق طوسی، یعقوب کلینی اور شیخ محمد بن حسن حر عاملی۔ ان لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور امام موصوف نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی۔ ذرا کہیے وہی الفاظ اور اسی انداز سے ان حضرات کے بارے میں بھی۔ کیونکہ بات دونوں کی ایک ہے۔

اور اگر اعتراض اس امر پر ہو۔ کہ تیشہ کے ساتھ ختنہ کرنا درست نہیں۔ تو اس بات کی ذمہ داری تمہی پر ہے۔ کہ اس کی ممانعت ثابت کرو۔ اگر ممانعت ہوتی۔ تو ضرور کوئی حوالہ پیش کرتا۔ تو جبکہ ممانعت نہیں ہے۔ تو پھر اس کو رے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی۔ کرنا کس طرح قابل معافی ہو گا۔ اور پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو موردِ الزام ٹھہرانا کہ انہوں نے بغیر سوچے سمجھے یہ روایت بیان کر دی۔ کون اسے تسلیم کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات سے ایسا کافرانہ سلوک کرنا کتب شیعہ کے اعتبار سے اس کی سزا قتل سے کم نہیں ہے۔ اس لیے شیعہ برادری کو چاہیئے۔ کہ جسے تم نے حجۃ الاسلام کا لقب دیا ہے۔ اس نے حضرات ائمہ اہل بیت کی روایات تک خرافات کہنا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ ذرا اس کی واجبی سرزنش کریں۔ ورنہ وہ اپنی برادری کو جہنم سے پیچھے نہ چھوڑے گا۔

☆

marfat.com

اعتراض نمبر ۴

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں عید کی شان ہو

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ وَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ يَا اَبَا بَكْرٍ دَعْهُمَا اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهٰذَا عِيْدُنَا۔

ترجمہ:

بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ گھر میں تشریف لائے اور میرے پاس دو کنیزیں گا رہی تھیں۔ حضور بستر پر لیٹ گئے اور منہ پھیر لیا۔

marfat.com

پھر ابوبکر آئے۔ اور مجھے ڈانٹا اور کہا یہ شیطان باجے نبی کے گھر میں؟ نبی کریم نے فرمایا کہ چھوڑو ابوبکر ان کو (موج میلہ کرنے دو) ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے۔ اور یہ (شیطان باجے) ہماری عید ہے۔

نوٹ: صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ جلد دوم ص۱۶

بنے تھے فقہ نعمان۔ عید کے دن بی بی عائشہ کے گھر میں قوالی ہو رہی تھی جوان لڑکیاں گا رہی تھیں۔ اور گھڑا اتھالی بجا رہی تھیں۔ نیز بخاری شریف کے اسی باب میں لکھا ہے۔ کہ عید کے دن بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے حبشیوں کا ناچ اور گتکا بازی بھی دکھائی سنی فقہ بنے تھے حضور پاک کا گھر شریعت کدہ تھا یا کوئی سٹوڈیو تھا۔ جس میں عید کے روز ڈھولک بجتی تھی۔ حنفی علماء کو چاہیے۔ کہ عید کے دن سنت عائشہ زندہ کریں۔ اور بیویوں کو سینما میں لے جا کر کوئی اچھا سا شو دکھائیں۔ اور اس نیک عمل کا ثواب بی بی عائشہ کی روح کو ہدیہ کریں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۵، ۱۱۶)

جواب:

نجفی شیعی نے اس اعتراض میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور کاشانۂ نبوت کی جو توہین کی ہے۔ اور خنزیری و ذہبی زبان استعمال کی ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہنے سے قبل بخاری شریف سے نقل کردہ حدیث کا سیاق و سباق ہم پیش کرتے ہیں۔ تاکہ اصل واقعہ سامنے آنے پر نجفی کی بے ایمانی اور بد دیانتی آشکارا ہو جائے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں اس کی تفصیل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

marfat.com

مدینہ منورہ کے گردونواح میں دو مشہور قبیلے اوس اور خزرج رہائش پذیر تھے۔ ان دونوں قبیلوں کے مابین "بُعاث" نامی قلعہ میں بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ جو ایک سو بیس سال تک چلتی رہی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت اسلام وایمان عطا فرمائی۔ تو ان کی باہمی لڑائی ختم ہوگئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جلوہ فرما ہوئے۔ تو آپ نے ان دونوں قبیلوں کے درمیان محبت والفت پیدا فرمائی۔ "بنی ارفدہ" ان حبشیوں کا لقب تھا۔ جو جنگی مظاہر کیا کرتے تھے (کرمانی) "بُعاث" کی جنگ میں گائے جانے والے گانے انصار کی لڑائی اور ان کی بہادری کے واقعات پر مشتمل ہوتے تھے۔ جن کے ذریعہ کفار کے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے جوش وجذبہ بڑھتا تھا اور دین کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون بڑھتا تھا یہی وجہ تھی کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گانوں کی اجازت دی۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے اشعار پڑھے جائیں جو فحش اور بری باتوں پر مشتمل ہوں کیونکہ وہ بچیاں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں غنا کرتی تھیں وہ ایسے اشعار پڑھتی تھیں جن میں لڑائی اور بہادری کے اوصاف تھے۔ اور دوران جنگ ان شعروں کو پڑھایا جاتا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ لیکن اُس غناء میں کہ جس کے اندر خوبصورت لڑکوں، عورتوں اور شراب وکباب کی باتیں ہوں۔ جن کے سننے سے دلوں میں ناجائز خواہشات زور پکڑتی ہوں خواہشات نفسانی اور شہوات میں اضافہ واشتعال پیدا ہوتا ہو۔ ان کی حرمت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ چلو اُن بچیوں کے اشعار حرب وضرب اور شجاعت پر مبنی تھے لیکن اُن حبشی مردوں کا گتکا کھیلنا اور پھر انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دیکھنا یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ مائی صاحبہ کے محرم نہ تھے۔ اور غیر محرم سے پردہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ

marfat.com

مِنَ اَبْصَارِ ھِنَّ۔ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ غیر محرموں سے اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں تو اس اعتراض کا جواب علامہ عینی رحمہ اللہ نے دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ان غیر محرموں کو دیکھنا۔ پردہ کی آیت کے اترنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور اس کا جواب یہ دینا غلط ہے۔ کہ اس وقت مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا بالغ نہ تھیں۔ (اور نابالغ کے لیے غیر محرموں کو دیکھنا جائز ہے) وجہ یہ ہے کہ ابن حبان نے کہا ہے۔ کہ حبشیوں کا واقعہ سات ہجری میں ہوا جب وہ مدینہ منورہ آئے تھے۔ اور سات ہجری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف تقریباً پندرہ برس تھی۔ مائی صاحبہ کا نکاح چھ برس کی عمر میں ہوا تھا۔ اور رخصتی نو برس ہوئی تھی اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ عید کے موقعہ پر بچوں کو خوشی اور سرور کے امور مہیا کرنا جائز ہے؛

واقعہ ہم نے کچھ تفصیل سے ذکر کر دیا۔ اب اس کو جس رنگ اور بددیانتی کے روپ میں نجفی شیعہ نے پیش کیا ہے۔ ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو جائے۔

۱۔ گانے والی دو بچیاں تھیں۔ نجفی نے ترجمہ یہ کیا۔ دو کنیزیں گا رہی تھیں۔ اور اس پر نوٹ لکھا کہ عورتیں گا رہی تھیں۔ اور گھڑا تھالی بجا رہی تھیں۔ دونوں کا موازنہ کریں۔ کہ مطلب کیا تھا۔ اور اسے خبثِ باطنی کی وجہ سے کس طرف لے جایا گیا۔ گھڑا تھالی بجا کر گا رہی تھیں۔ ایسا ہرگز نہ تھا۔ تو پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانۂ اقدس کو سینما کہنا اور بچیوں کے گانے کو سینما کا شور قرار دینا۔ ابو لہبی اور ابو جہلی نہیں تو اور کیا ہے۔

۲۔ بچیاں انصار کی بہادری اور جنگی کارناموں کے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ نجفی شیعی نے یہ کہا۔ کہ عید کے دن بی بی عائشہ کے گھر قوالی ہو رہی تھی۔ اس نامنہار سے کوئی پوچھے قوالی میں جنگی کارناموں اور جنگجو لوگوں کے اوصاف بیان ہوتے ہیں۔ یا اللہ اور

maarfat.com

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے غلاموں کے تذکرے ہوتے ہیں؟

۲۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے۔ اور یہ (دن) ہماری عید ہے۔ نجفی نے اس کا ترجمہ کیا۔ اور یہ شیطانی باجے ہماری عید ہے۔ لفظ ہذا جس کا معنی اردو میں یہ ہوتا ہے۔ اس کا اشارہ نجفی کے نزدیک شیطانی باجے ہیں۔ لیکن وہ شیطانی باجے کہاں تھے۔ لڑکیوں کے پاس تو تھے نہیں۔ وہ تو زبانی ترنم سے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ امی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بھی نہ تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ کر نہیں آئے تھے۔ آخر وہ کہاں سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی شیعی کے کتے ذہن کی پیداوار ہے۔ اس کے ذہن میں شیطانی باجے اور گھڑا اور تھال تھے۔ تو لفظ "ھذا" کا مشارالیہ اس نے انہیں ہی سمجھ کر ترجمہ کر دیا۔ اور ایسا کرنا بھی چاہیئے تھا۔ آخران کے مذہب میں گھڑا، تھالی، باجے اور دیگر آلاتِ لہو ولعب کا خاطر خواہ دخل ہے۔ اس کے لیے دلیل نہیں بلکہ مشاہدہ پیش کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جتنی پیشہ ور گانے والی اور گانے والے ہیں۔ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟ جتنے "اُستاد" ہیں۔ وہ امام باڑوں میں نظر آتے ہیں۔ جتنی ایکٹرسیں ہیں وہ مجلس تعزیت اور شام غریباں کی رونق ہوتی ہیں۔ ان "متعہ کی پیداوار کو یہی کام زیب دیتا ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن سے نجفی شیعی کا رشتہ ناطہ ہے۔ ہمیں کہا گیا کہ سنتِ عائشہ زندہ کرو اور اپنی بیویوں کو سینما لے جاکر اچھا شو دکھاؤ۔ الخ لیکن اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس انداز سے توہین کی گئی ہے۔ اس کے کفر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور مذہب شیعہ میں بھی ایسے قائل کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے۔ ہم ایک مرتبہ پھر شیعہ لوگوں کو نجفی کے ان خیالات کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہ تمہارا بنایا ہوا "حجۃ الاسلام" بارگاہِ رسالت میں ایسے الفاظ بک رہا ہے۔ کہ گیا گزرا مسلمان بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ فتنہ ہے۔ اس فتنہ کو دباؤ۔ ورنہ تمہیں جلا کر راکھ کر دے گا۔

marfat.com

آنکھوں دیکھا حال

۱۹۵۶ء کی بات ہے۔ کہ راقم الحروف خشکی کے راستہ حج پر گیا۔ واپسی پر بغداد شریف میں واقع مسجد براسہ میں قیام تھا۔ یہ وہ مسجد ہے۔ جہاں جنگ نہروان ہوئی اور دعا سے ایک پانی کا چشمہ پھوٹا۔ جو آج بھی موجود ہے۔ یہ مسجد اہل تشیع کے نزدیک کعبہ کی ہم پلہ ہے۔ دس محرم الحرام تھا۔ رات کے وقت کاظمین سے ایک جلوس نکلا جو اسی مسجد میں آکر ختم ہوا۔ اس میں ڈھول، باجے اور گانے بجانے کے دیگر آلات شامل تھے۔ یہ جلوس "یوم عاشورا" کا تھا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں تھا۔ نجفی شیعی کا اس جلوس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ یہی ہوگا۔ کہ یہ جلوس شیطانی جلوس تھا۔ مسجد براسہ سینما یا سٹوڈیو تھی۔ اور اس میں گانے بجانے والے شیطان کے چیلے تھے۔ اگر میرے اس مشاہدے پر شک ہو تو اپنے مجتہد شیخ قمی کی تحریر ہی پڑھ لو۔

منتہی الآمال:

ترجمہ: مختصر یہ کہ اس بارے میں بہت سی روایات ہیں۔ اور میری اس مختصر کتاب میں اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے۔ کہ تمام شیعہ اور خصوصاً ذاکرین توجہ کریں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزاداری اور سوگواری کے لیے ایسا طریقہ اپنائیں۔ جس سے خارجیوں کے لیے لعن طعن سے بچا جا سکے۔ صرف واجبات اور مستحبات پر ہی اکتفا کیا جائے۔ اور محرمات کے استعمال سے پرہیز کریں۔ جیسا کہ گانا مرثیہ خوانی جو غالباً نوحہ جات سے خالی نہیں ہوتا

marfat.com

اور من گھڑت واقعات اور ضعیف حکایات جن پر کذب کا ظن ہو۔ اور جو ایسی کتابوں میں مذکور ہیں۔ جو غیر معتبر ہیں۔ بلکہ ان کتابوں سے منقول ہیں جن کے مصنف نہ تو دین دار تھے۔ نہ انہیں علم حاصل تھا۔ اور نہ حدیث کی سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ ان سے بچنا چاہیئے۔ اور اس عظیم عبادت میں شیطان کو دخل اندازی کا موقعہ نہیں دینا چاہیئے۔ اور بہت سے گناہ کے کام جو عبادت کی روح کو ہی ختم کر دیتے ہیں۔ اُن سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔ خاص کر جھوٹ اور گانا کہ یہ کام اب عام طور پر جاری ہیں اور بہت کم مجلسیں ایسی ہوں گی۔ جن میں یہ باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ اور درست طریقہ یہ ہے۔ کہ محافل و مجالس میں ایسی روایات بھی ذکر کی جائیں۔ جن میں ان امور کی قباحت اور ان پر عذاب و سزا کا ذکر ہو تاکہ جو شخص (شیعہ) ان کاموں کا عادی ہو چکا ہے۔ وہ اپنا رویہ درست کر لے۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۴۴۴ ذکر پارہ از احادیث الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

مذکورہ عبارت میں شیعہ مجتہد نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں منعقدہ شیعی مجالس کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے تنبیہ کی ہے اور ذاکرین وغیرہ کو یہ سمجھایا ہے۔ کہ کہ ہماری مجالس میں جو محرفات وخرافات داخل ہو چکی ہیں۔ اُن سے اجتناب برتنے کی تلقین و تبلیغ کی جائے۔ کیونکہ ان کاموں کی وجہ سے یہ محفلیں ثواب کی بجائے عذاب کا ذریعہ بن چکی ہیں۔ اُن میں خرافات داخل ہو چکی ہے۔ ان شیعہ مجالس کو ایک طرف رکھیں۔ اور دوسری طرف ان بچیوں کے ترنم سے پڑھے جانے والے

marfat.com

اشعار۔ پھر انصاف کی عینک لگا کر دونوں میں فرق دیکھیں۔ تو آپ واضح فرق محسوس کریں گے۔ اور نجفی شیعی کے نظریہ کے نظریہ کے مطابق کاشانۂ نبوت کی بجائے مجالس شیعہ ووسینما، نظر آئیں گی۔ اور ان میں محرمات وخرافات ہی شیطانی افعال اور شیطانی باجے نظر آئیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

marfat.com

اعتراض نمبر ۴۱

حقیقت فقہ حنفیہ:

خطبہ نماز عید سے قبل پڑھنا سنت مروان ہے

صحیح بخاری شریف:

فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ یَکُوْنُوْا یَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوۃِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوۃِ

(صحیح بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب العیدین جلد دوم ص ۱۸)

ترجمہ:

ابو سعید خدری کہتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ وعظ ونصیحت نماز عید کے بعد دیا کرتے تھے۔ بنو امیہ کے دور میں جب مروان حاکم مدینہ تھا۔ اور عید کا دن تھا۔ مروان جب نماز عید کے لیے آیا تو اس نے خطبہ نماز عید سے پہلے پڑھنا چاہا۔ فَقُلْتُ لَہٗ غَیَّرْتُمْ وَاللّٰہِ تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم تم نے دین کو بدل دیا ہے۔ مروان نے کہا بھتیجا کیا کریں لوگ نماز عید کے بعد ہم سے خطبہ سننے کے لیے بیٹھتے نہیں۔ اس لیے میں نے خطبہ

marfat.com

کو نماز سے پہلے کر دیا۔

نوٹ:

بنو امیہ اپنے خطبوں میں عترتِ رسول کی توہین کرتے تھے۔ اور لوگ ایسے خطبوں سے نفرت کرتے ہوئے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ لہٰذا مروان نے یہ چالاکی کی۔ خطبہ نماز عید سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا۔ اور یہی سنتِ مروان سنی بھائیوں میں آج تک چلی آ رہی ہے۔ (حقیقت فقہ جعفریہ ص ۱۱۶)

جواب:

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ "حقیقت فقہ حنفیہ" لکھتے وقت نجفی کو کوئی معقول اعتراض نہ مل سکا۔ اور جو اعتراض اس نے لکھے۔ ان میں کذب وجہالت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور کہیں تو اس کی بدحواسی صاف دکھائی دیتی ہے۔ نجفی اور اس کے تمام ساتھی اس امر کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور بارہا مشاہدہ کر چکے ہوں گے۔ کہ ہم اہلسنت نماز عید کا خطبہ نماز سے پہلے نہیں بلکہ نماز کے بعد پڑھتے ہیں۔ ہماری کتب میں بھی یہی ہے۔ اور ہمارا عمل بھی یہی ہے۔ اب اس حقیقت کے ہوتے ہوئے یہ کہا گیا۔ کہ "مروان کی سنت سنی بھائیوں میں آج تک چلی آ رہی ہے"۔ یہ جھوٹ اس قدر واضح ہے۔ کہ کوئی شخص دوپہر کے وقت کڑکتی دھوپ میں کھڑے ہو کر کہے۔ کہ آج سورج نہیں نکلا۔ نجفی کے کذاب ہونے کا یہ عالم کہ عام آدمی تو کجا اللہ اور اس کے رسول و ائمہ اہل بیت تک کوئی بھی اس سے عزیز بچا۔ لہٰذا ان کے امام زمان، امام قائم ایسے ہی لوگوں کی سزا کے لیے ان کے بقول آئیں گے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

رجال کشی:

عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ لَوْ قَامَ قَائِمُنَا بَدَءَ بِكَذَّابِي الشِّيْعَةِ فَقَتَلَهُمْ۔

(رجال کشی ص ۲۵۳ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

مفضل بن عمر کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا فرمایا اگر ہمارا امام قائم آگیا تو سب سے پہلے ہمارے ان شیعوں کو قتل کرے گا جو پرلے درجہ کے جھوٹے ہوں گے۔

لہٰذا عقائد شیعہ کے مطابق "امام قائم" جن لوگوں سے انتقام لیں گے۔ اور انہیں سب سے پہلے واصل جہنم کریں گے۔ ان میں سے ایک "نجفی شیعی" کا ہونا یقینی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۴۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں جُمعہ کی شان

بخاری شریف

قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَ لَيْسَ لِلْحِيْطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيْهِ۔

(بخاری شریف باب غزوہ حدیبیہ جلد پنجم، صفحہ نمبر ۱۲۵)

ترجمہ:

سلمہ بن اکوع کہتا ہے۔ کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ کر واپس آئے۔ تو دیواروں کا اتنا سایہ بھی نہ تھا کہ جس میں ہم کھڑے ہو سکیں۔

نوٹ:

سنی بھائیوں نے آج کل کرسی کے لالچ میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کو چھوڑ دیا ہے۔ اور سنی علماء سیاسی تقریر کی خاطر جمعہ کی نماز دیر سے پڑھاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں بھی مروان کی طرح خطرہ ہے۔ کہ اگر نماز جمعہ بر وقت پڑھا دی۔ تو بعد میں ہماری تقریر سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھے گا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۸)

جواب:

ہم اہل سنت احناف کے نزدیک نماز ظہر اور جمعہ دونوں کا وقت ایک سا ہے۔ زوال سے اس کی ابتداء ہوتی ہے۔ یعنی نصف النہار کے وقت کسی چیز کا اصلی سایہ جب بڑھنا شروع ہو جائے۔ تو یہ وقت ابتداء ظہر اور جمعہ کا وقت ہے۔ اس وقت سایہ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ جس میں کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ لہذا روایت بالا میں جمعہ کی نماز کا جو وقت معلوم ہوتا ہے۔ احناف کی فقہ کے خلاف نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اسی بخاری شریف میں ہے۔ کہ موسم گرما میں یہ نماز ذرا گرمی کم ہونے کے بعد پڑھنا بہتر ہے۔

بخاری شریف:

خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلَ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ

(بخاری شریف جلد اول ص ۱۲۴ کتاب الجمعۃ الخ مطبوعہ نور کراچی)

ترجمہ:

خالد بن دینار کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک کے آدمی سے سنا

marfat.com

کہا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں کے موسم میں نماز جلدی پڑھا کرتے تھے۔ اور گرمیوں میں ٹھنڈا کرتے۔ اس نماز سے مراد "جمعہ" ہے۔

مسلک احناف اس سلسلہ میں واضح ہے۔ یعنی نماز جمعہ زوال کے فوراً بعد اور خاص کر گرمیوں میں گرمی کا زور ٹوٹنے کے بعد ادا کرنا درست ہے۔ لہٰذا اس کو مردان کے خطبہ سے تشبیہ دینا کیسی حماقت اور قباحت ہے۔ یہاں بھی وہی بد مزاجی آپ دیکھ رہے ہیں۔ وہ یہ کہ نجفی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "انہیں بھی مروان کی طرح خطرہ ہے کہ اگر نماز جمعہ بروقت پڑھا دی۔ تو بعد میں ہماری تقریر سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھے گا" اسے یہ بھی خبر نہیں۔ کہ تقریر جمعہ سے پہلی کی جاتی ہے یا جمعہ کے بعد کیسی بُری تشبیہ ہے۔ اور بیان کی پرانی روش ہے۔ اہل بیت کی ایسی تشبیہ کھینچی۔ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

انوار نعمانیہ:

اَلْغُرَابِیَۃُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ بِعَلِیٍّ اَشْبَہُ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ وَالذُّبَابِ فَبَعَثَ اللّٰہُ جِبْرِیْلَ اِلٰی عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَغَلَطَ جِبْرِیْلُ فِیْ تَبْلِیْغِ الرِّسَالَۃِ مِنْ عَلِیٍّ اِلٰی مُحَمَّدٍ۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۲۳۷ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

شیعوں کا ایک فرقہ "غرابیہ" کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ مشابہ تھے جیسا

marfat.com

ایک کوا دوسرے کوّے اور ایک مکھی دوسری مکھی کے مشابہ ہوتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حضرت علی المرتضےٰ کی طرف بھیجا۔ انہیں غلطی لگی۔ اور تبلیغ رسالت حضرت علی المرتضےٰ کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو گئی۔

ایک اور تشبیہ ملاحظہ ہو:

تفسیر قمی:

عَنْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَام اِنَّ هٰذَا الْمَثَلَ ضَرَبَهُ اللهُ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام فَالْبَعُوْضَةُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَا فَوْقَهُ رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(تفسیر قمی ص ۳۱ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

(تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۸۲، امامیہ کتب خانہ لاہور)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ (آیت ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضة فما فوقها کی تفسیر میں) فرماتے ہیں۔ کہ یہ کہاوت اللہ تعالیٰ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لیے بیان کی ہے۔ لہذا "مچھر" علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور "ما فوق" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

marfat.com

لمحہ فکریہ:

ان حوالہ جات سے آپ نے معلوم کر لیا۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو کوا اور مکھی سے مشابہ کہا گیا اور مچھر کو انہیں اللہ تعالیٰ نے کہا (معاذ اللہ) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوا اور مکھی ہونے میں تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے مشابہ ہیں۔ لیکن مچھر سے کم درجہ ہیں ان کی تشبیہات سے خدا کی پناہ

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۴۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں زکوٰۃ کی شان

میزان الکبرٰی

اِنَّہٗ لَا تَجِبُ الزَّکوٰۃُ اِلَّا عَلٰی مَنْ یَرٰی لَہٗ مِلْکًا مَعَ اللّٰہِ وَاَمَّا مَنْ لَا یَرٰی لَہٗ مِلْکًا مَعَ اللّٰہِ کَشْفًا وَّیَقِیْنًا فَلَا زَکوٰۃَ عَلَیْہِ۔

(میزان الکبرٰی۔ باب زکوٰۃ الذھب جلد دوم ص ۷)

ترجمہ:

زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہے۔ کہ وہ دنیا وی چیزوں کا اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی مالک سمجھتا ہو۔ اور جو شخص دنیاوی چیزوں کا اپنے آپ کو مالک نہیں سمجھتا۔ اس بات کا اسے کشف اور یقین ہوا ہے۔ اور اس کے نزدیک ہر شئی کا مالک صرف اللہ ہے۔ ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

marfat.com

نوٹ:

ارباب انصاف دیکھا۔آپ نے ملاؤں کی عیاریوں اور مکاریوں کو کس چالاکی سے انہوں نے ملانہ برادری کو زکوٰۃ کا فریضہ ادا کرنے سے بچالیا ہے۔ کیونکہ یہ ملانے عارف لوگ ہیں۔ اور ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ کو سمجھتے ہیں۔ پس ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور باقی رہے غریب عزباء اور جاہل عوام۔ تو وہ چونکہ بدھو ہوتے ہیں۔ اور انہیں معرفت نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ زکوٰۃ والی چکی میں ساری زندگی پستے ہیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ۔ ص ۱۱۸-۱۱۹)

جواب:

نجفی شیعی نے "میزان الکبریٰ" کی عبارت کو مکمل نقل نہ کر کے دیرینہ بددیانتی کا پھر ثبوت مہیا کر دیا۔ کیونکہ اس طرح اس سے اعتراض کا جواب بھی مل جاتا تھا۔ عبارت یہ ہے۔

میزان الکبریٰ

ثُمَّ اِنَّهُ لَا فَرْقَ فِيْ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ عَلٰى مَنْ مَلَكَ النِّصَابَ بَيْنَ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْعَوَامِ اَوْ مِنْ اَهْلِ الْكَشْفِ خِلَافًا لِمَا قَالَهُ بَعْضُ الصُّوْفِيَّةِ مِنْ اَنَّهُ لَا تَجِبُ اِلَّا عَلٰى مَنْ يَرٰى لَهُ مِلْكًا مَعَ اللهِ تَعَالٰى اَمَّا مَنْ لَا يَرٰى لَهُ مِلْكًا مَعَ اللهِ تَعَالٰى كَشْفًا وَيَقِيْنًا فَلَا زَكٰوةَ عَلَيْهِ اِنْتَهٰى وَالْحَقُّ اَنَّهَا تَجِبُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ فَضْلًا عَنْ

marfat.com

عَلَيْهِمْ لِاَنَّ فِيْ كُلِّ اِنْسَانٍ جُزْءًا يَدَّعِي الْمُلْكَ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ يُسْتَخْلَفُ فِي الْاَرْضِ وَلَوْ لَا ذَالِكَ مَا صَحَّ عِتْقٌ وَلَا بَيْعٌ وَلَا شِرَاءٌ وَلَا غَيْرُ ذَالِكَ فَافْهَمْ۔

(میزان الکبریٰ جلد ۲ ص ۸ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

پھر یہ بات واضح ہے۔ کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے میں عوام و خواص کا کوئی فرق نہیں۔ صاحبِ کشف ہو یا نہ ہو۔ اگر مالک نصاب ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اس میں بعض صوفیاء کا اختلاف ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی ملکیت بھی سمجھتا ہو۔ لیکن جو بذریعہ کشف اور یقین صرف اللہ کو ہی مالک سمجھتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ انتہی۔ اور حق یہ ہے۔ کہ زکوٰۃ حضرات انبیاء کرام پر واجب تھی۔ ان کے علاوہ پر واجب کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ ہر انسان میں کسی نہ کسی طرح ملکیت موجود ہے۔ کیونکہ زمین پر اُسے اللہ کی خلافت سونپی گئی ہے اور اگر ملکیت بالکل نہ ہوتی۔ تو آزاد کرنا اور لین دین وغیرہ کبھی بھی درست نہ ہوتے۔ یہ بات سمجھو۔

"میزان الکبریٰ،، کی عبارت میں وہ حصہ جو نجفی نے اعتراض والزام کے لیے چُن لیا تھا۔ اُسے بعض صوفیاء کا نقطۂ نظر قرار دیا گیا ہے۔ اور صاحبِ میزان الکبریٰ نے ان کے اس خیال کی تردید کی ہے۔ یعنی اگر ان کا صاحبِ کشف و یقین ہونا یہ چاہتا ہے۔ کہ وہ کسی چیز کے مالک نہ رہیں۔ تو حضرات انبیاء کرام سے بڑھ کر اس

بات کا کس کو یقین تھا۔ باوجود یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہے اس لیے ان بعض صوفیاء کا یہ نظریہ خلاف حق ہے۔ تو جسے "خلافِ حق" قرار دے کر اس کے غلط ہونے کی دلیل پیش کی گئی۔ نجفی کو وہ سنی فقہ کا سچا مسئلہ نظر آیا۔ بس یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح خود "میزان الکبریٰ" کی عبارت کا خون کیا اور پھر اس سے "حقیقت فقہ حنفیہ" کو خونی قمیض پہنا کر داد وصول کرنا چاہی اور اپنی "صداقت" کا علم بلند کیا۔ علاوہ ازیں یہاں بھی بدحواسی کا شکار ہوا۔ لکھتا ہے "غریب غرباء لوگ زکوٰۃ کی چکی میں پس رہے ہیں" اس سے کوئی دریافت کرے کہ غریب غرباء پر زکوٰۃ کس نے فرض کی ہے۔؟ اور دوسروں سے کس نے معاف کی ہے؟ اگر غریب غرباء پر زکوٰۃ ہوتی تو یہ کہنا درست تھا۔ وہ دینے کی بجائے زکوٰۃ کے مصارف ہیں لیکن حسد و بغض اور بدحواسی کے عالم میں "حجۃ الاسلام" کو کچھ بھی یاد نہ رہا۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ سزا مل رہی ہے۔ ان گستاخیوں، مکاریوں اور عیاریوں کی جو یہ کرتا پھرتا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

٭

marfat.com

اعتراض نمبر ۴۴

زکوٰۃ کے متعلق بھانت بھانت کے فتوے ؛

زکوٰۃ کے باب میں سنی بھائیوں کے اماموں کے بھانت بھانت کے فتوے ہیں۔ مثلاً ان کا امام اوزاعی کہتا ہے۔ کہ زکوٰۃ میں نیت شرط نہیں ہے۔ ان کا امام اعظم کہتا ہے۔ کہ بچہ اور دیوانہ خواہ کتنے سرمایہ دار ہوں۔ ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ نیز امام اعظم کہتا ہے۔ کہ جس آدمی پر زکوٰۃ واجب تھی۔ اور وہ مر گیا ہے۔ تو زکوٰۃ اسے معاف ہے۔ لیکن باقی تینوں امام کہتے ہیں۔ کہ اس سے زکوٰۃ معاف نہیں ہے۔ نیز امام اعظم کہتا ہے۔ کہ زمین کی پیداوار خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ نصاب کی کوئی قید نہیں ہے اور یہ فتوائے نعمانی بقول قاضی عبدالوہاب اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہے۔ نیز سنی فقہ میں ہے۔ کہ کپاس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ نیز زمین اگر ٹھیکہ پر دی جائے۔ تو امام اعظم کہتا ہے۔ کہ پیداوار کی زکوٰۃ زمین کے مالک پر واجب ہے اور باقی امام کہتے ہیں۔ کہ مالک پر نہیں ہے۔

اگر کوئی صاحب بصیرت سنیوں کی کتاب رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ کی کتاب الزکوٰۃ اور کتاب میزان الکبریٰ باب الزکوٰۃ کا مطالعہ کرے۔ تو وہ اس پر نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ سنی فقہ کا باب الزکوٰۃ اسی طرح الجھا ہوا ہے۔ جس طرح جولاہوں کی تانی میں کوئی گدھا گھس جائے۔ تو اس تانی کے تاگے آپس میں الجھ جاتے ہیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۹)

marfat.com

جواب:

نجفی شیعی نے اپنی کتاب کے نام کی بھی لاج نہ رکھی "حقیقتِ فقہ حنفیہ" میں فقہ حنفیہ پر اعتراض ہونا چاہیئے تھے۔ فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کے مسائل نام سے قطعاً مناسبت نہیں رکھتے۔ اسی لیے نجفی کو گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا پڑا۔ اور فقہ حنفی کی بجائے سنی فقہ لکھ کر اعتراض کیا ہے۔ یہ ایک دھوکا اور فریب ہے۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں۔ کہ اہل سنت کے فقہی مکاتب کی طرح اہل تشیع کے بیسیوں ٹولے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا کچھ نہ کچھ باہم اختلاف ہے۔ لیکن اس کو شیعوں کا اختلاف کہا جائے گا۔ اور یہ اختلاف نجفی کی زبان پر دُر کہلائے گا۔ دین واسلام کی ایک پکی پکائی فصل تھی۔ جس میں شیعوں کے باہم اختلاف کا خنزیر آگھسا۔ اور اس نے ساری فصل تباہ و برباد کر دی۔

اعتراض میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق دو چار باتیں درج ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جو آدمی صاحبِ نصاب تھا۔ اور زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے پہلے مرگیا۔ اُسے زکوٰۃ "معاف" ہے اس بارے میں نجفی نے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ میزان الکبری میں موجود اس مسئلہ کا خلاصہ سُن کر آپ بھی یہی کہیں گے۔ مسئلہ یہ ہے۔ کوئی شخص فوت ہوگیا اور اس کے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنا تھی۔ لیکن مرتے وقت زکوٰۃ کے ادا کرنے کی وصیت نہیں کر گیا۔ اب اس کی وراثت کا معاملہ دو طرح کا ایک ورثاء کا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا، ورثاء کے حصہ کو حقوق العباد اور اللہ تعالیٰ کے قرض کو حقوق اللہ کہیں گے۔ گویا اس کی وراثت میں دونوں حقوق موجود ہیں۔ تو اب مسئلہ قانون کے مطابق حقوق العباد کو ترجیح ہوگی۔ اس قانون کے پیش نظر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اس میت کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔

marfat.com

حاشیہ سراجی:

فَاِنَّهٗ يَسْقُطُ بِالْمَوْتِ عِنْدَنَا لِاَنَّهَا عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ شَرْطُهَا الْاَدَاءُ بِالنَّفْسِ فَاِذَا مَاتَ فَاتَ الشَّرْطُ اِلَّا اِنْ يَتَبَرَّعَ بِهٖ الْوَرَثَةُ اَوْ يُوْصِيْ بِهَا۔ (حاشیہ سراجی)

ترجمہ:

ہمارے نزدیک موت کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنا ایک عبادت ہے۔ اور عبادت کے لیے شرط ہے۔ کہ اُسے وہی ادا کرے۔ جس پر لازم ہوئی۔ تو جب آدمی مر گیا۔ تو اب وہ خود ادا کرنے کی شرط پوری نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اُس سے زکوٰۃ ساقط ہوگئی ہے۔)

ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے وارث اُس کے بدلے کے لیے از خود کچھ دے دیں۔ یا وہ بوقتِ مرگ وصیت کر گیا ہو۔ کہ میرے مال میں سے میری زکوٰۃ ادا کر دینا۔ سراجی کی شرح شریفیہ میں پر یُوں لکھا ہوا ہے۔

حاشیہ سراجی:

اِذَا اجْتَمَعَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحَقُّ الْعِبَادِ فِيْ عَيْنٍ وَقَدْ ضَاقَتْ عَنِ الْوَفَاءِ بِهِمَا يُقَدَّمُ حَقُّ الْعَبْدِ لِاحْتِيَاجِهِمْ مَعَ اسْتِغْنَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَكَرَمِهٖ۔

marfat.com

ترجمہ:

اگر کسی معین چیز میں اللہ اور بندے کا حق جمع ہو جائیں۔ اور دونوں کی ادائیگی مکمل نہ ہو سکتی ہو۔ تو اس صورت میں بندے کا حق اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم کیا جائے گا۔ کیونکہ بندہ ضروریات رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بے پروا اور کریم ہے۔

مختصر یہ کہ آدمی کے فوت ہو جانے کے بعد زکوٰۃ "ساقط" ہو جاتی ہے۔ لیکن نجفی نے کمال بد دیانتی اور جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے زکوٰۃ کی "معافی" کا قول کیا۔ حالانکہ میزان الکبریٰ میں "معافی" کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ مرنے کے بعد چونکہ وہ مکلف نہ رہا۔ اس لیے ادا نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس کے وارث (بغیر وصیت) ادا کرنے کے پابند ہیں۔ لہٰذا ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ ادا نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہی ساقط ہونے کا مفہوم ہے۔ مزید یہ کہ اُسے بروز قیامت زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے باز پرس ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اس کی زکوٰۃ "معاف" ہو جائے۔ تو نہ ادا ہو سکی۔ اور نہ ہی قیامت کو اس بارے میں سوال ہوگا۔ اس فرق سے آپ بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ احناف کا مسلک "سقوط" ہے۔ اور نجفی نے اُسے "معاف" لکھ کر بد دیانتی کی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

☆

marfat.com

اعتراض نمبر ۴۵

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنی فقہ میں جہاد کی شان

میزان الکبریٰ

اِنَّہٗ اِذَا الْتَقَی الزَّحْفَانِ وَجَبَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ الْحَاضِرِیْنَ الثَّبَاتُ وَحَرُمَ عَلَیْھِمُ الْفِرَارُ

(میزان الکبریٰ کتاب السیر ص ۱۷۵ ج ۲)

ترجمہ:

کہ جب دونوں لشکر میدان میں ٹکرا جائیں۔ تو جو مسلمان میدان جنگ میں ہوں۔ ان پر ثابت قدم رہنا واجب ہے۔ اور بھاگنا ان کے لیے حرام ہے۔

نوٹ:

جنگ سے بھاگنا شرعاً حرام ہے۔ اور قرآن پاک میں جنگ سے بھاگنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ پس ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کے زمانہ میں جنگ احد، جنگ خیبر، جنگ حنین میں جان بچا کر دُم اٹھا کر ایسے بھاگے کہ آگے پیچھے کی کوئی خبر نہ رہی۔ پس جہاد ایک بہت بڑا فریضہ اسلامی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ وہ خلافت حقہ کے حقدار نہیں ہیں۔

نوٹ ۱۲:

شیعہ فقہ میں جہاد کی بہت تاکید ہے۔ اور جو شخص میدانِ جہاد میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ اور یہ اتنی بڑی نیکی ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے البتہ اس کے شرائط ہیں۔ اور سب سے بڑی شرط ہے۔ کہ امام یا نبی کے ساتھ جہاد کیا جائے سنی بھائی عام طور پر شیعوں کو یہ الزام دیتے ہیں۔ کہ شیعہ جہاد کے منکر ہیں۔ یہ ان کا جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ کیونکہ اگر سنی بھائی جہاد کا مطلب یہ لیتے ہیں۔ کہ ہمسایہ ملکوں پر چڑھائی کی جائے۔ اور اسلام کے نام پر لوٹ مار کی جائے۔ تو یہ جہاد نہیں۔ بلکہ فساد فی الارض ہے۔ نیز اگر مذکورہ صورت میں جہاد ہے۔ تو آج کل سنی بھائی تمام کے تمام اس فریضہ کے تارک ہیں۔ اور گناہ گار ہیں۔ لہٰذا ان کا فرض ہے۔ کہ جہاد کے نام پر بھارت چین اور روس کے ساتھ اپنے فاروق کا نام لے کر ایک ایک کر کے ٹکرا جائیں ابوبکر و عمر و عثمان کے زمانہ کی فتوحات جتنی ہیں۔ وہ جہاد اور اسلامی جنگیں نہیں۔ بلکہ وہ اسلام کے نام پر لوٹ مار تھیں۔ اور وہی جنگیں باعث بنی ہیں کہ اقوام عالم اسلام سے متنفر ہو گئیں۔ اور انہی جنگوں کا خمیازہ مسلمان آج بھی بھگت رہے ہیں۔ اور ایک غیر معین عرصہ تک بھگتیں گے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۱)

جواب:

"جنگ سے بھاگنا شرعاً حرام ہے،" ان الفاظ کے لیے میزان الکبریٰ کی عبارت یہ ہے۔ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الفِرَارُ بظاہر بات وزنی معلوم ہوتی ہے

marfat.com

لیکن میدانِ تحقیق میں یہ مفہوم ہی بھاگ جائے گا۔ کیونکہ "بھاگنے کی حرمت" کا خاص موقعہ ہے۔ ورنہ بعض دفعہ بھاگنا لازم ہو جاتا ہے۔ نجفی اگر میزان الکبریٰ کی پوری عبارت نقل کرتا۔ تو جو کچھ ہم نے لکھا۔ وہی سامنے آجاتا۔ اور اس کے لیے مطلب برآری مشکل ہو جاتی۔ پوری عبارت یہ ہے۔

میزان الکبریٰ:

إِذَا الْتَقَى الزَّحْفَانِ وَجَبَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ الْحَاضِرِيْنَ الثَّبَاتُ وَحَرُمَ عَلَيْهِمُ الْفِرَارُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مُتَحَرِّفِيْنَ لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزِيْنَ إِلَى فِئَةٍ أَوْ يَكُوْنَ الْوَاحِدُ مَعَ ثَلَاثَةٍ أَوِ الْمِائَةُ مَعَ ثَلٰثِمِائَةٍ فَيُبَاحُ الْفِرَارُ

(میزان الکبریٰ جلد اول ص۱۰۸ لمصر قدیم)

ترجمہ:

جب مسلمانوں اور کافروں کی دونوں جماعتیں میدان جنگ میں ٹکرا جائیں۔ تو اس وقت موجود تمام مسلمانوں پر ڈٹ جانا واجب ہوتا ہے۔ اور بھاگنا حرام۔ ہاں اگر مسلمان اس لیے پیچھے ہٹتے ہیں کہ ان کا ایسا کرنا لڑائی کے فن کے مطابق ہو یا اس نیت سے کہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ ملانے کے لیے پیچھے ہٹے۔ یا ایک مسلمان اور تین اس کے مقابل کافر یا ایک سو مسلمان اور ان کے مدمقابل تین سو کفار ہوں تو ان صورتوں میں پیچھے ہٹنا حرام نہیں ہے۔

"میزان الکبریٰ" کی وہ عبارت جو نجفی کے مطلب کی تھی۔ اسے لے لیا۔

marfat.com

اور جو استثنائی صورتیں تھیں۔ انہیں ذکر تک نہ کیا۔ اس کی مثال یوں سمجھو۔ کہ کوئی یہ کہتا پھرے۔ کہ مسلمان خدا کو نہیں مانتے۔ اور دلیل پیش کرے۔ لَا اِلٰہ۔ کوئی معبود نہیں اس دلیل کو کون مانے گا۔ یہی کچھ نجفی نے کیا۔ اس کے بعد والی عبارت کھا گیا۔ اور پہلی عبارت کو لے بیٹھا۔ بددیانتی طبیعت ثانیہ ہو۔ تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ بہر حال پوری عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ بعض صورتوں میں میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنا حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

اس کے بعد دوسری بات کی طرف آیئے۔ وہ یہ کہ بقول نجفی خلفائے ثلاثہ نے جنگ خیبر، احد اور حنین سے فرار اختیار کر کے ایک فعل حرام کا ارتکاب کیا لہٰذا وہ خلافت حقہ کے حقدار نہ رہے۔ جہاں تک غزوہ خیبر کا معاملہ ہے۔ تو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ نجفی اور اس کے معاونین کوئی ایک مسند، مرفوع اور صحیح حدیث اس پر پیش کر دیں۔ کہ اصحاب ثلاثہ اس جنگ میں بھاگ نکلے تھے۔ تو منہ مانگا انعام حاصل کریں۔ رہی بات جنگ احد اور حنین سے بھاگنے کی تو اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔ یعنی فرار "حرام" وہ ہے۔ جب پورا لشکر اسلامی ڈٹا ہوا ہے۔ اور مدمقابل سے مقابل بھی ہو رہا ہے۔ بھاگنے والا اپنی جان بچانے کے لیے بھاگے۔ اور پھر واپس آنے کا بھی ارادہ نہ ہو۔ ایسا بھاگنا واقعی اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ جنگ حنین میں صحابہ کرام کو اپنی کثرت کا خیال آیا۔ اس پر نازاں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ۔ کے قرآنی الفاظ یہی کہہ رہے ہیں۔ وقتی طور پر ان کو شکست ہوئی۔ لیکن بعد میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان اور اصحاب شجرہ کو نام لے کر آواز دی کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ آپ کی آواز سن کر واپس پلٹے۔ اور آپ کے ساتھ ہو کر ایسا حملہ کیا۔ کہ اگلی پچھلی کسر نکال دی۔ ان کو نئے جذبہ

سے لڑتے دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اب لڑائی کی بھٹی خوب گرم ہوئی"، پھر انہی صحابہ کرام کے متعلق آیات قرآنیہ نازل ہوئیں۔

آیت:

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا الخ

ترجمہ:

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینہ نازل فرمائی۔ اور ایسا لشکر اتارا۔ جسے وہ دیکھ نہیں رہے تھے۔ اور کفار کو اللہ نے عذاب دیا۔ اور کفار کا یہی بدلہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے بعد جس کی چاہتا ہے۔ توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ غفور رحیم ہے۔

نجفی شیعی سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جن صحابہ کرام نے جنگ حنین میں ابتداءً فرار اختیار کیا۔ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر دوبارہ واپس آئے تھے۔ یا نہیں۔ اگر ایک حوالہ بھی ایسا پیش کر دے۔ کہ وہ اس آواز پر واپس نہیں آئے تھے۔ اور دوبارہ کفار سے وہ نہیں لڑے۔ تو فی حوالہ تینتیس ہزار روپیہ انعام۔ تمہاری کتابیں کہتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ان کو آواز دے کر بلاؤ۔ انہوں نے آواز دی۔ سب واپس آگئے۔ اور پھر ڈٹ کر لڑے جب یہ ثابت اور حق ہے۔ کہ وہ صحابہ کرام واپس مڑے اور لڑے اب پھر بھی ان پر اللہ کا غضب ہوا ہو تو یہ بھی کسی ایک حوالے سے ثابت کر دکھاؤ ——— منہ مانگا انعام پاؤ۔ صحابہ کرام کا واپس تشریف لانا۔ ڈٹ کر لڑائی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر سکینہ نازل فرمانا۔ اور ان کو معاف کر دینا یہ سب باتیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

marfat.com

تفسیر مجمع البیان:

وَلَمَّا رَأَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَزِيْمَةَ الْقَوْمِ عَنْهُ قَالَ لِلْعَبَّاسِ وَكَانَ جَهْوَرِيًّا صَيِّتًا اِصْعَدْ هٰذَا الظَّرِبَ فَنَادِ يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ يَا اَصْحَابَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ يَا اَهْلَ بَيْعَةِ الشَّجَرَةِ اِلٰى اَيْنَ تَفِرُّوْنَ هٰذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَمِعَ الْمُسْلِمُوْنَ صَوْتَ الْعَبَّاسِ تَرَاجَعُوْا وَقَالُوْا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَتَبَادَرَ الْاَنْصَارُ خَاصَّةً وَقَاتَلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاٰنَ حَمِيَ الْوَطِيْسُ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ وَنَزَلَ النَّصْرُ مِنْ عِنْدِ اللهِ تَعَالٰى وَانْهَزَمَتْ هَوَازِنُ هَزِيْمَةً قَبِيْحَةً فَمَرُّوْا فِيْ كُلِّ وَجْهٍ وَلَمْ يَزَلِ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ اٰثَارِهِمْ...... ثُمَّ يَتُوْبُ اللهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ ......وَيَجُوْزُ اَنْ يُّرِيْدَ تَوْبَتَهُ يَقْبَلُ اللهُ تَوْبَةَ مَنِ انْهَزَمَ مِنْ بَعْدِ هَزِيْمَتِهِ...... ثُمَّ اَنْزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهُ اَيْ رَحْمَتَهُ الَّتِيْ تَسْكُنُ اِلَيْهَا النَّفْسُ وَيَزُوْلُ مَعَهَا الْخَوْفُ

marfat.com

(عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ) حِیْنَ رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ وَقَاتَلُوْھُمْ۔

(۱۔تفسیر مجمع البیان جلد پنجم ص ۱۷ تا ۱۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۴۷ تا ۲۵۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جنگ حنین میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ہزیمت ملاحظہ فرمائی۔ تو آپ نے حضرت عباس سے فرمایا۔ جو بلند آواز رکھتے تھے۔ اس ٹیلے پر چڑھ جاؤ۔ اور آواز دو۔ اے مہاجرین و انصار، اے سورۃ البقرہ کے مخاطبین، اے بیعت شجرہ والو! کدھر بھاگ رہے ہو۔ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں نے حضرت عباس کی آواز سنی۔ واپس لوٹ آئے۔ اور لبیک کہتے کہتے ہوئے آئے۔ خاص کر انصار نے بہت جلدی کی۔ پھر مشرکین سے ایسے لڑے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی ہے۔ میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ اور ہوازن قبیلہ کو بہت بُری شکست ہوئی۔ وہ جدھر منہ آیا بھاگ نکلے۔ اور مسلمان اُن کے تعاقب میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا۔ اس کی توبہ قبول فرمائی اس کا معنی یہ بھی جائز ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی۔

جنہوں نے بھاگنے کے بعد دشمنوں کو بھگا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمائی۔ یعنی رحمت نازل فرمائی۔ کہ جس سے دل مطمئن ہو گئے۔ اور پھر لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ اور ان کا طرف جاتا رہا (سکینہ نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مومنوں پر) مومنوں پر اس وقت جب وہ واپس آ گئے۔ اور ڈٹ کر لڑے۔

اس کے بعد نجفی کا یہ اعتراض کہ اصحاب ثلاثہ میدانِ احد سے بھاگ نکلے تھے تو اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد چہارم بحث مطاعن میں گزر چکا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ میدان احد سے بھاگنے والے تمام صحابہ کی معافی کا اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا ہے۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُن کو معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی معافی تو اُن کے شامل حال ہو گئی۔ لیکن نجفی اور اہل تشیع اب تک انہیں معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ سے مقابلہ ہے۔

۵

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

ابوسفیان کے لشکر کا پیچھا کرنے والے یہی تو تھے۔

"خلافت حقہ کے حق دار نہ تھے"، یہ جملہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ جب یہ خلافت کے حق دار نہ تھے۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ اس کے صحیح حقدار تھے۔ اور اسی سے اہل تشیع کا یہ عقیدہ نکلتا ہے۔ کہ خلافت بلافصل کے حق دار حضرت علی المرتضیٰ تھے۔ حالانکہ خلافت بلافصل ملی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو۔ اگر غزوہ احد میں بھاگنا خلافت کے عدم استحقاق کی علامت ہے۔ تو پھر جواستقامت دکھلائے۔ اُسے تو خلیفہ مانو لیکن بدبختی کی وجہ سے یہ بھی نہیں مانتے۔ حالانکہ

marfat.com

استقامت دکھانے کے لیے ابوبکر صدیق پہلے نمبر پر تھے۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان:

وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اَعَادَ تَعَالٰی ذِكْرَ الْعَفْوِ تَاكِيْدًا لِطَمْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الْعَفْوِ وَ مَنْعًا لَهُمْ عَنِ الْيَأْسِ وَ تَحْسِيْنًا لِظُنُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ) قَدْ مَرَّ مَعْنَاهُ وَ ذَكَرَ اَبُو الْقَاسِمِ الْبَلْخِيُّ اَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا ثَلَاثَةَ عَشَرَ نَفْسًا خَمْسَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ ثَمَانِيَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَمَّا الْمُهَاجِرُوْنَ فَعَلِيٌّ وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اوّل ص ۵۳۰ جزء ۳

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ دوبارہ معافی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی معافی پر طمع کی خاطر اور ناامیدی سے روکنے کے لیے اور ان کے خیالات کی تحسین کی خاطر کیا۔ بے شک اللہ غفور حلیم ہے اس کا معنی گزر چکا ہے۔ ابو القاسم بلخی نے ذکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یوم احد کو پانچ مہاجر اور آٹھ انصار کل تیرہ آدمی تھے مہاجرین

marfat.com

یہ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ ابوبکر، طلحہ، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

مختصر یہ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ پر یہ الزام لگانا کہ وہ جنگوں سے بھاگ گئے تھے لہٰذا وہ خلافت حقہ کے حقدار نہ تھے۔ قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں بالکل لغو اور باطل ہے۔ ایسی جرأت وہی کرے گا جس کو آخرت کی فکر نہ ہو۔

نوٹ نمبر۲ میں نجفی نے اہل تشیع کے ہاں جہاد کی شان اور اس کے شرائط بیان کرکے اہل سنت پر یہ الزام دھرا کہ ان کا جہاد، جہاد نہیں کہلا سکتا۔ نجفی نے جہاد کے لیے یہ شرط لگائی کہ جہاد وہ ہوتا ہے جو کسی امام یا نبی کے ساتھ مل کر کیا جائے جیسا کہ سبھی جانتے ہیں کہ شیعہ لوگوں نے بارہ امام بنائے۔ ان کی امامت کے سوا کسی کو امام تسلیم نہیں کرتے ان بارہ میں سے پہلے حضرت علی ہیں۔ اور سب سے آخری غار سامرہ میں چھپے ہوئے ہیں آئیے ان ائمہ کی لڑائیوں کا کچھ تذکرہ کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر بقیہ گیارہ ائمہ میں سے کسی نے جہاد نہیں کیا۔ اور ان گیارہ میں سے امام حسن نے جہاد کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن جہاد سے پہلے ہی انہوں نے صلح کرلی۔ امیر معاویہ کو دے کر ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ در رجال کشی صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا ان کی معیت میں لڑنے والوں کے بارے میں خود حضرت علی سے پوچھیے۔ یہ کیسے تھے؟

نیرنگ فصاحت:

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اسی بات کو درست رکھتا ہوں۔ کہ پروردگار عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرما دے۔ جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے قسم خدا کی ان کی آراء اور تدبیریں میمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے۔ وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت اور جور و ستم کے ترک کرنے والے تھے

marfat.com

گزر گئے۔ درآنحالیکہ ان کے پاؤں طریقۂ اسلام پر مستقیم تھے۔ وہ راہِ واضح پر چلے۔ اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبیٰ میں فتح و فیروزی حاصل کی۔ نیک اور گوارا کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔

احتجاج طبرسی:

اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ اسْتَنْفَرْتُکُمْ لِجِهَادِ هٰؤُلَاءِ فَلَمْ تَنْفِرُوْا وَ اَسْمَعْتُکُمْ فَلَمْ تُجِیْبُوْا وَ نَصَحْتُ لَکُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوْا شُهُوْدٌ کَالْغُیَّبِ اَتْلُوْ عَلَیْکُمُ الْحِکْمَةَ فَتُعْرِضُوْنَ عَنْهَا وَ اَعِظُکُمْ بِالْمَوْعِظَةِ فَتَنْفِرُوْنَ عَنْهَا کَاَنَّکُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ۔

(احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۲۵۴ احتجاجہ علیہ السلام علی قوم و حشۃ الخ مطبوعہ قم جب۔ یہ۔ مطبوعہ قدیم ص ۹۳)

ترجمہ:

لوگو! میں نے تمہیں ان لوگوں کے خلاف جہاد پر نکلنے کو کہا۔ تم جواب دے گئے۔ میں نے تمہیں دین و اسلام کی باتیں سنائیں۔ تم نے قبول نہ کیں۔ میں نے تمہیں نصیحت کی۔ تم نے ٹھکرا دی۔ میں نے تم پر حکمت پیش کی۔ تم نے اس سے منہ موڑ لیا۔ میں نے تمہیں انتہائی واضح طور پر وعظ و نصیحت کی۔ لیکن تم اس سے یوں بھاگے جیسا کہ نافرمان

marfat.com

گدھے شیروں سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

اگر اس موضوع پر مزید حوالہ جات کا شوق ہے۔ تو ہماری تصنیف عقائد جعفریہ ملاحظہ کریں۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے کس قدر متنفر تھے۔ نافرمان گدھے تک انہیں کہہ دیا۔ جہاد سے روگردانی ان کا وصف اولیں تھا۔ ان کی اسی روش سے تنگ آکر آپ نے ان کے اور اپنے درمیان تفرقہ پیدا ہونے کی دعا کی۔ اور خدا کی قسم اٹھا کر فرمایا۔ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ لَمْ اَعْرِفْكُمْ وَلَمْ تَعْرِفُوْنِیْ۔ یں دل سے چاہتا ہوں۔ کہ میں تمہیں پہچانوں۔ اور نہ تم مجھے پہچانو۔ یعنی دنیا و آخرت میں ہمارا کوئی تعارف باقی نہ رہے۔ نجفی صاحب! یہ تھے آپ کے پچھلے مجاہد جنہوں نے امام وقت کے ساتھ جو سلوک کیا۔ امام وقت نے وہ ظاہر و باہر کر دیا۔ ان کی لڑائی کو "جہاد" کہتے ہو۔ ان میں جہاد کی خواہش ہوتی۔ تو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے دعائیں لیتے۔ ان میں جہاد کا مادہ ہوتا۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی اٹھارہ ہزار کی تعداد میں بیعت کرنے کے بعد ان کے مقابلہ پر نہ اُترتے۔ ان کے سامنے امام جام شہادت نوش کر رہا ہے۔ اور یہ مستورات کے خیمے جلانے جا رہے ہیں۔ امام کے معصوم بچے پانی کے لیے منہ کھولتے ہیں۔ تو ان کی طرف سے تیروں کی بارش برستی ہے۔ گویا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں کوئی مجاہد نہ ملا۔ امام حسن و حسین کے ساتھ یہ مجاہد کہیں نظر نہ آئے۔ تین امام گئے۔ چوتھے سے لے کر گیارہویں تک ویسے ہی سکوت ہے۔ اور بارہویں صاحب ابھی غار سامرہ میں بیٹھکیں لگا رہے ہیں۔ تیر و تفنگ تیز کر رہے ہیں۔ کل پرزے نکال رہے ہیں۔ دیکھیں ان کے برآمد ہونے پر انہیں "مجاہد" کہاں سے اور کون ملتے ہیں۔ بتلایئے۔ جب گیارہ اماموں میں سے کسی کی معیت میں تمہاری کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ تو کس منہ سے کہتے ہو۔ کہ شیعہ جہاد کرتے ہیں۔ آخری بات کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں جتنی جنگیں ہوئیں۔ وہ جہاد اور

marfat.com

اسلامی جنگیں نہ تھیں۔ بلکہ اسلام کے نام پر لوٹ مار تھی۔ جس کا خمیازہ آج تک مسلمان بھگت رہے ہیں۔ یہ دراصل قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کے ٹھکرانے کے مترادف ہے۔ اپنی کتابوں سے اس کی شہادت لیجیے۔

تفسیر منہج الصادقین:

و در اندک وقتے حق تعالےٰ بوعدۂ مومناں وفا نمودہ جزائر عرب و دیار کسریٰ و بلاد روم بدیشاں ارزانی داشت۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۱۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے کیے گئے وعدہ کو تھوڑے ہی عرصہ میں پورا فرما دیا۔ اور جزائر عرب، کسریٰ کے شہر روم کے علاقہ جات پر انہیں فتح عطا فرمادی۔ (اور ان کے زیر تصرف کر دیے۔

تفسیر منہج الصادقین:

وَالْمَعْنٰى لَيُوَرِّثَنَّهُمْ اَرْضَ الْكُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ فَيَجْعَلُهُمْ سُكَّانَهَا وَمُلُوْكَهَا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء ص ۱۵۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اب خلافت کا معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عرب و عجم میں رہنے

marfat.com

والے کفار کے علاقوں کا وارث بنا دے گا۔ اور وہ انہیں ان کے باشندے اور بادشاہ بنا دے گا۔

شرح نہج البلاغۃ ابن میثم:

إِنَّ عُمَرَ ذَكَرَ كَثْرَةَ الْقَوْمِ وَعَدَدِهِمْ فَأَجَابَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِتَذْكِيرِهِمْ بِقِتَالِ الْمُسْلِمِينَ فِي صَدْرِ الْإِسْلَامِ فَإِنَّهُ كَانَ مِنْ غَيْرِ كَثْرَةٍ وَإِنَّمَا كَانَ بِنَصْرِ اللّٰهِ وَمَعُونَتِهٖ فَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْحَالُ الْآنَ كَذَالِكَ وَهُوَ يَجْرِي مَجْرَى التَّمْثِيلِ كَمَا أَشَرْنَا إِلَيْهِ فِي الْمَشُورَةِ الْأُولٰى وَوَعْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْمُسْلِمِينَ بِالْاِسْتِخْلَافِ فِي الْأَرْضِ وَتَمْكِينِ دِينِهِمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَتَبْدِيلِهِمْ بِخَوْفِهِمْ أَمْنًا كَمَا هُوَ مُقْتَضَى الْآيَةِ۔

(شرح ابن میثم جلد سوم ص ۱۶۷ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جنگ فارس کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بوقت مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ دشمن کی نفری زیادہ ہے تو اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ نے مسلمانوں کی

سابقہ لڑائیوں کا حوالہ دیا۔ جو ابتدائے اسلام میں لڑی گئیں۔ فرمایا کہ وہ بغیر کثرتِ تعداد کے لڑی گئیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور معاونت شاملِ حال تھی۔ لہٰذا اب بھی ہماری حالت وہی ہونی چاہیئے۔ اور یہ ایک مثال کے قائم مقام ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے مشورہ میں بھی اسی طرف اشارہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے (ازراہ کرم) یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ انہیں زمین کی خلافت عطا کرے گا۔ ان کے دین کو مضبوطی دے گا۔ اور ان کے اندر خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا۔ جیسا کہ آیتِ استخلاف کا مقتضیٰ ہے۔

قارئین کرام! آیت استخلاف کے تحت علامہ کاشانی شیعی وغیرہ نے جو کچھ لکھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب۔ کو بنفسِ نفیس جنگ فارس میں نہ جانے کا مشورہ دیا۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ظاہر ہو رہی ہیں۔ خلافت کا وعدہ، فتوحات کی پیش گوئی، دین کی مضبوطی اور چاروں طرف امن ہی امن یہ سب باتیں ایک ایک کر کے خلفائے ثلاثہ کے دور میں وقوع پذیر ہوئیں۔ آیت قرآنیہ کا مصداق بننے والی جنگیں اسلامی ہی کہلاتی ہیں۔ اور اللہ کے وعدہ کے ایفاء کے طور پر واقعہ ہونے والے معاملات غیر اسلامی نہیں ہوا کرتے۔ خدا سمجھنے کی عقل بھی تو دے۔

ان جنگوں کو "اسلام کے نام پر لوٹ مار" کہنا زی حماقت اور قرآن پاک ائمہ اہل بیت کی تعلیمات سے صاف انکار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نجفی حسد و بغض کی وجہ سے اپنے ہم مسلک مجتہد علامہ کاشانی، طبرسی وغیرہ کی باتوں کو یہ کہہ کر ٹھکرا دے۔ کہ یہ کون سے معصوم ہیں۔ کہ ان کی باتوں پر یقین کیا جائے۔ تو ہم پوچھیں گے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عصمت تو مانتے ہو۔ ان کے ارشادات کو بھی تسلیم کرتے ہو

marfat.com

جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اللہ کا لشکر کہا۔ اور ان کی فتوحات کو اللہ کا ایفاء عہد فرمایا۔ تو "اسلام کے نام پر لوٹ مار" کہنا دراصل حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی بات کو بھی تسلیم نہ کرنا ہے لہٰذا نجفی شیعی کا ایمان نہ قرآن پر، نہ ارشادات ائمہ اہل بیت پر اور نہ ہی اپنے مسلک کے مجتہدین کی باتوں پر ہے۔ اور یہی اس کے جہنم جانے کی رسید ہے۔

جہاد کا مرتبہ جو شیعوں کے نزدیک ہے۔ نجفی اُسے بہت بڑا کہتا ہے۔ لیکن اس کے حصول کا وقت ان بدنصیبوں کو آج تک میسر نہ آیا۔ اور اگر کہیں اتحاد کا جنگی مشق کی۔ تو وہ بھی بغیر امام کے اور مسلمانوں پر خنجر اور زنجیریں لہرا کر۔ ایک مسلمان کا ناحق خون گرانا اس کی جزا تو سیدھی جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے اور حق سمجھنے کی توفیق دے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُوْلِي الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۴۶

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں نکاح کی شان

جس کی بیویاں زیادہ ہوں وہ سب سے افضل ہے

بخاری شریف

قَالَ فَتَزَوَّجْ فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً۔

(بخاری شریف کتاب النکاح باب کثرۃ النساء جلد ۲، ص ۳)

ترجمہ:

ابن عباس نے ایک شخص کو کہا کہ جاؤ شادی کرو۔ اس امت میں سب سے زیادہ اچھا آدمی تو وہ ہے۔ جس کی بیویاں زیادہ ہوں

marfat.com

نوٹ:

بخاری شریف بجے تلے اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ باعزت وہ شخص ہے۔ جو اللہ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اور پرہیز گار ہے۔ لیکن بخاری شریف یہ کہتی ہے۔ کہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ بیویاں کرے۔ اور ہر وقت ان کی لڑائیوں میں الجھا رہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۲)

جواب:

بخاری شریف سے مذکورہ روایت نقل کرنے اور اس کے ترجمہ میں دوہری بد دیانتی اور خیانت برتی گئی۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

بخاری شریف:

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ قَالَ لِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ ھَلْ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ لَا قَالَ فَتَزَوَّجْ فَاِنَّ خَیْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَکْثَرُھَا نِسَاءً۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۷۵۸
باب کتاب النکاح مطبوعہ
اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے دریافت کیا۔ کہ تم نے شادی کر رکھی ہے؟ میں نے

marfat.com

کہا۔ نہیں۔ تو کہا اس اُمت کے سب سے بہتر شخص (یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیادہ عورتوں سے نکاح کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دراصل جناب سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو نکاح کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت شادیاں کرنا اس کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا۔ لیکن نجفی نے اس کا ترجمہ اپنے مقصد کے مطابق الٹ پلٹ کر دیا۔ یعنی اس امت میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔ اپنی کور باطنی سے معنی کیا۔ اور پھر اس پر امام بخاری کا مذاق اڑایا۔ اور ان کی ذکر کردہ روایت کو استہزا کی نظر کر دیا۔ جو دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق اڑانا ہے کیونکہ صحیح مطلب و معنی کے اعتبار سے آخری جملہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے زیادہ شادیاں کی تھیں۔

یہاں بھی بدحواسی کام دکھا گئی "جس کی بیویاں زیادہ ہوں وہ اچھا آدمی ہے" نجفی کے اس ترجمے میں زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ بلکہ جتنی ہو جائیں اس قدر بہتری ہوگی۔ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ فرماتے وقت قرآن کریم کے احکامات سے بے خبر تھے۔ جن میں بیک زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابن عباس کے قول کا غلط مطلب لیا گیا اور یوں قرآن کریم کی مخالفت ہو گئی۔

نجفی نے طنزیہ انداز میں ایک عام امتی کو نبی پر فوقیت دے دی۔ یعنی جو بھی زیادہ بیویاں کرے۔ وہ بہتر ہو جائے۔ حالانکہ حدیث کے مضمون کے مطابق یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بہتر کہا گیا۔ اور اگر نجفی یہ سمجھتا ہے۔ کہ دو دو چار چار کر کے بہت زیادہ شادیاں کرنا معیوب ہے۔ تو بارہ اماموں میں سے دوسرے امام جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے

marfat.com

تمہاری کتاب کہتی ہے۔

جلاء العیون

ابن شہر آشوب روایت کردہ است کہ حضرت امام حسن دولیست و پنجاہ زن بروایتے سی صد زن بنکاح خود در آورد۔

(جلاء العیون ص ۴۲۹ در باب زندگانی امام مجتبیٰ ؑ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابن شہر آشوب نے روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اڑھائی سو اور ایک دوسری روایت کے مطابق تین سو شادیاں کیں۔ اب امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۴

اپنی بہن، بیٹی نیک لوگوں کو پیش کی جائے:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اپنی بہن اور بیٹی نیک لوگوں کو پیش کی جائے کیونکہ حفصہ بنت عمر بیوہ ہوئی تھیں۔ تو انہوں نے یہ رشتہ عثمان اور ابوبکر کو پیش کیا تھا لیکن ان دونوں نے حفصہ کا رشتہ لینے سے معذرت کی پھر یہی بی بی حفصہ رسول اللہ کو پیش کی گئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمائی۔

(بخاری شریف کتاب النکاح جلد ۲ ص ۱۲)

نوٹ:

بی بی حفصہ بد خلق تھیں۔ جیسا کہ معارج النبوت میں ہے۔ کہ اسی بد خلقی کے باعث حضور صلی اللہ وسلم نے اسے طلاق دی تھی۔ اور طلاق کے بعد حضرت عمر نے سر میں خاک ڈالی تھی۔ سنی بھائیوں نے کیا مکاری کی ہے۔ کہ جس بد خلق کو لینے کے لیے کوئی تیار نہ تھا۔ اس کے لیے فقہ میں ایک باب بنا دیا۔ کہ اپنی بہن اور بیٹی اہل خیر کو پیش کرنا چاہیے

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۳)

جواب:

اس اعتراض میں حضرت ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں

marfat.com

جو کچھ کہا گیا ہے وہ دراصل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کو کہا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب شیعوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ امام ماکان اور مایکون کے عالم ہوتے ہیں یعنی انہیں اگلی پچھلی تمام باتوں کا پہلے سے علم ہوتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ائمہ اہل بیت کے علم سے کہیں افضل واعلیٰ ہے۔ اب جبکہ شیعہ عقیدہ کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اگلی پچھلی تمام باتوں سے واقف تھے۔ تو آپ نے ایک بد خلق عورت سے شادی کیوں کی؟ لہٰذا نجفی کا یہ اعتراض دراصل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہے۔

قرآن کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مومنین کی مائیں فرمایا۔ وَ اَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ۔ (اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔) دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم دنیا میں کسی عورت کی مثل نہیں ہو یعنی جس طرح تمہارے خاوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں۔ اسی طرح تم ان کی بیوی ہونے کی وجہ سے بے مثل ہو اللہ تعالیٰ انہیں مومنوں کی مائیں اور بے مثل عورتیں فرمائے۔ اور بے اصل نجفی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بد خلق کہے۔ اور زبانِ طعن ان پر دراز کرے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

اس کے بعد نجفی کا یہ کہنا کہ حضرت حفصہ کی بد خلقی کی وجہ سے ابوبکر صدیق اور عثمان غنی نے ان سے نکاح کرنا پسند نہ کیا۔ بالکل بکواس ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان دنوں اپنی گھریلو ضروریات میں انتہائی مصروف تھے۔ جن کی بنا پر آپ نے معذرت کر دی۔ بخاری شریف میں آپ کے یہ الفاظ درج ہیں۔ بَدَا لِیَ اَنْ لَا اَتَزَوَّجَ یَوْمِیْ۔ مجھے یہ سوجھتا ہے۔ کہ میں ان دنوں شادی نہ کروں۔ اگر بد خلقی کا معاملہ ہوتا۔ تو صاف کہہ دیتے۔ میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تمہارے اخلاق اچھے نہیں۔

marfat.com

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان سے شادی کرنے سے انکار بھی کسی اور وجہ پر مبنی تھا۔ آپ چونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گہرے دوست تھے۔ اور بے تکلفانہ گفتگو ہوا کرتی تھی۔ کسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حفصہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جن کی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شادی سے انکار کر دیا۔ بخاری شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

بخاری شریف:

ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَ
جَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَى حَفْصَةَ فَلَمْ
أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ
أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ
فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ قَدْ عَلِمْتُ
أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ
رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَبِلْتُهَا۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۵۷۱ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنی

marfat.com